نگرانِ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور

ہارے گی خونیں تلوار
جیتے گا دل آرا ہل

"ہل آبادی کی علامت ہے
جبکہ تلوار ہلاکت کی"

—— مفتی محمود مدظلہ

مضمون اندر کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں:-

ارشاد احمد لاہور

اے میرے ہل

راج یاں پہ جبر و استبداد کا ہے آج کل
اتحادِ قوم! آ کے ڈھونڈھ اس مشکل کا حل

کشورِ ظلم و ستم کے سینہ و دل چیر کر
اے میرے ہل تجھ کو محنت کی قسم آگے نکل

تیری مٹھی پہ رکھا ہے مفتیٔ اعظم نے ہاتھ
شیر ہے طاقت میں، استقلال میں جو ہے جبل

جن کے کاندھے پر ہے تو مخلص ہیں لیڈر قوم کے
چل رہا ہے جن کی نصرت اور قوت کے بل

تیرے دم سے کشتِ ملت پھر ہری ہو جائیگی
کھائے گا سارا زمانہ پھر تری محنت کا پھل

انقلابِ دہر کی ہے تیرے ہاتھوں میں لگام
اڑ تو اسپِ سیاست کو لگا کر تیز چل

ہے مشیّت ایزدی اس دور میں ہل کا وجود
ہو چکا ہے چونکہ منظورِ خدا اس کا عمل

اب خدا والوں کا لشکر چل پڑا ہے دوستو! لشکر
جابرانِ وقت کے اب پاؤں ہو جائیں گے شل

ہل بنے گا ظالموں کے واسطے برقِ تپاں
ہل کی برکت سے کھلیں گے دشتِ غربت میں کنول

اے تیغِ ستم

قوم کی للکار کو اب سن لے اے تیغِ ستم
تیرے قبضے اور پھل کو توڑ کے رکھ دیں گے ہم

ظلم لاکھوں تو نے ارضِ پاک میں اب تک کیے
خون کتنوں کا پیا کتنوں پہ ڈھاتے ہیں ستم

جو معزز تھے زمانے میں انہیں رسوا کیا
جو کمینے تھے جہاں بھر کے بنے وہ محترم

جس قدر تو نے چلائے تیر اصلاحات کے
نام تھا بہبودیٔ ملت، دیئے رنج و الم

قوم کو لوٹا قزاقِ سنگدل نے بے دریغ
ہائے ملت کا حیا آیا نہ مذہب کی شرم

جبر و استبداد کی کر دی تھی تو نے انتہا
اب تو ہم گن گن کے بدلے لیں گے کھائی ہے قسم

ہیں بظاہر خوب تری شوخیاں اور گرمیاں
دیکھ لے گے ماہِ مارچ میں ترے سب پیچ و خم

بزمِ انجم میں تباہی کے تیری ہیں مشورے
متحد ہو کر دکھائیں گے تجھے راہِ عدم

ہو فنا زندانِ ظلمت، ہے خدائی فیصلہ
ظلم کی زنجیر کو اب توڑ کے بیٹھیں گے ہم

نور محمد انور منڈھی صادق گنج

ادارِیہ — اکرام القادری

حکومت وقیادت کی اہلیت

جناح پارک پشاور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ: مفتی محمود صوبہ سرحد کی حکومت نہ چلا سکے، ملک کا نظام کیسے سنبھالیں گے"

اس سلسلے میں جہاں تک واقعات وحقائق کا تعلق ہے تو ان سے کوئی بھی فہم رکھنے والا شخص ناواقف نہیں۔ حتیٰ کہ خود وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی اگر دل کی گہرائیوں میں جھانک کر خدائے واحد وقہار کو حاضر وناظر جانتے ہوئے فیصلہ کریں تو وہ بھی اس حقیقت کو نہیں بھول سکتے کہ مولانا مفتی محمود نے مرکز کی ناجائز مداخلت کے باوجود صوبہ سرحد میں دس ماہ تک کامیاب اور مثالی حکومت کی۔

مفتی محمود نے دس ماہ کی حکومت کے دوران ایک دن کے لیے بھی دفعہ ۱۴۴ کی بیساکھیوں کا سہارا نہیں لیا۔ چند ایک تخریب کاروں اور شرپسندوں کے علاوہ انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں کسی کو محض اختلافِ رائے کی بنا پر سیاسی قیدی نہیں بنایا، عوام پر گولی نہیں چلائی۔ عوام کے اور اپنے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں ہونے دی۔ مفتی صاحب کے حکومت کے دوران امن وامان کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

مرکزی حکومت کی طرف سے انواع واقسام کی رکاوٹوں اور پے بہ پے پابندیوں کے ہوتے ہوئے بھی مفتی صاحب نے صوبہ کے عوام کی فلاح وبہبود کے لیے اسلامی اصلاحات نافذ کرکے ملک اور بیرونِ ملک سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔

مفتی محمود نے قلمدانِ حکومت سنبھالتے ہی شراب پر مکمل پابندی کا اعلان کرکے بھٹو صاحب اور ان کے ہم پیالہ مصاحبین کو کرب واضطراب میں مبتلا کردیا۔ شراب کی بندش کا اعلان ہوتے ہی مے خواروں کی ٹکڑی پر سکتہ طاری ہوگیا۔ مختلف حیلوں، بہانوں اور لچر پوچ دلیلوں سے مفتی صاحب پر دباؤ ڈالا گیا کہ شراب کی بندش کے آرڈی ننس کو واپس لے کر ہمارے لیے غم غلط کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ براہ راست خود وزیراعظم نے بھی مفتی صاحب سے بحث وتمحیص کرکے اور شراب کی بندش سے ہونے والے خسارے کا ہوّا دکھا کر انہیں رضامند کرنا چاہا، مگر اس مردِ حق آگاہ نے ایک ایک دلیل کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے۔ اس مرد خدامست نے وزیراعظم اور اس کے یمین ویسار کی خواہشوں پر ملتِ اسلامیہ کی عمومی خواہش اور اسلام کے اُصولوں کی سربلندی کو برقرار رکھا۔

اس کے علاوہ دیگر شعبوں میں اسلامی اور اقتصادی اصلاحات بھی اسی مفتی محمود ہی نے کی جسے آج بھٹو صاحب مدہوشی کے عالم میں یہ طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ ملک کا نظام نہیں چلا سکتے۔

بقول بھٹو صاحب کے اگر مفتی محمود صوبہ سرحد کی حکومت نہیں چلا سکیں گے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اصولوں کی پامالی اور جمہوریت کشی کے خلاف صدائے حق بلند کرتے ہوئے مفتی محمود کے احتجاجی استعفےٰ کو دس روز تک کیوں التوا میں رکھا گیا تھا۔ مفتی محمود اگر حکومت نہیں چلا سکتے تھے تو انہیں مزید سربراہی پر کیوں مجبور کیا جارہا تھا۔

بھٹو صاحب خدا لگتی کہیں کہ کیا انہوں نے بذاتِ خود مولانا مفتی محمود کو وزارتِ علیہ صوبہ سرحد کا عہدہ دوبارہ سنبھالنے پر اصرار نہیں کیا؟

ہمارے نزدیک جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اس قسم کے بیانات ان کی منفی سوچ، سراسیمگی اور بوکھلاہٹ کی غمازی کرتے ہیں۔ بھٹو صاحب کو ان کے گرد جمع ہونے والے پشتینی ٹوڈیوں، ازلی کاسہ لیسوں ابن الوقتوں اور مفاد پرستوں ہمہ وقت خوشامد اور تملق بازی کر کرکے ہمہ دانی وہمہ بینی اور ہمچوں ما دیگرے نیست کے زعم باطل میں مبتلا کردیا ہے۔

باقی ص۰۰ پر



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۸
جمعۃ المبارک ۲۶ فروری ۱۹۷۷ء ۴ ربیع الاوّل

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ
۴۵ — روپے
ششماہی
۲۳ — روپے
سہ ماہی — ۵۰/۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

ترجمان جمعیت علماء اسلام پاکستان

عطاء الرحمٰن ثنا حجازی کبیروالا ملتان

دردمندانہ پکار

ذات برادری اور فرقہ وارانہ تعصبات یقیناً ایک خطرناک زہر ہے اور خصوصاً پاکستان جیسے ملک میں یہ عوامل خودکشی کے مترادف ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کچھ ایسے حالات اور واقعات بھی سامنے آ رہے ہیں جنہیں نظرانداز کرنا بذات خود ملک دشمنی کے مترادف ہے۔

مثلاً وہ فرقہ جو کسی نہ کسی وجہ یا پالیسی کے تحت پاکستان اور پاکستان کے عوام کے ساتھ مخلص نظر نہیں آتا اور اس بارے میں ان کا طرز عمل خطرناک ہے۔ اور یہ لوگ حکومت کے جن عہدوں اور جن مقامات پر ہیں۔ اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان کے غریب عوام کو نقصان پہنچا رہے ہیں گویا پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تو اس قسم کے گوشوں کی نقاب کشائی کرنا۔ فرقہ واریت کو ہوا دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ ان گوشوں سے حکومت کا تغافل اور بے توجہی حکومت کی عدم صلاحیت کا جواز اور پاکستان کے لئے ایک برا شگون ہے اب میں کھل کر بات کرتا ہوں پاکستان کے فرزندان توحید اور جانثاران رسالت نے عظیم تر قربانیوں کے بعد اور ایک طویل جدوجہد کے بعد ختم نبوت کا نوے سالہ مسئلہ حل کرا لیا۔ اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے بعد اور اس سے پہلے بھی کئی اسلامی ملک انہیں بالکل ناقابل قبول فرد سمجھتے تھے۔ سعودی عربیہ اور مصر وغیرہ اسلامی ملکوں نے ان کا اپنے ملک میں داخلہ تک ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ اور اس کی کافی احتیاطی وجوہات تھیں اور ہیں۔

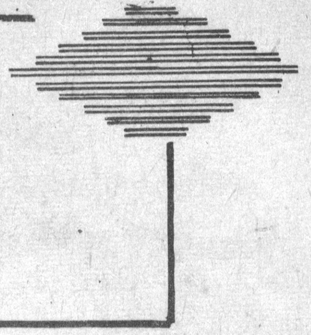
لیکن اب جو کچھ دیکھنے میں آ رہا ہے وہ ایسا کچھ نہیں ہے کہ اسے نظرانداز کر دیا جائے یا نظرانداز کیا جا سکے۔ جو کچھ میرے مشاہدے میں آیا ہے۔ اس سے مرزائی ذہن کے تمام خدوخال میرے سامنے آ گئے ہیں میرا سابقہ ایک مرزائی ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر اربن ایریا ملتان محمود احمد سے ڈیڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں پڑا۔ اس کی تفصیل بڑی سوہان روح اور رقت انگیز ہے۔ لیکن میں محمود احمد مرزائی کی وجہ سے مصائب و آلام کے شدید ترین دور سے تو ضرور گذر رہا ہوں لیکن مجھے مرزائیوں کے بارے میں بہت کچھ دیکھنے سوچنے۔ سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ یہ لوگ بڑے غیر محسوس طریقے سے غریب اور نادار عوام کو تباہ کر رہے ہیں آج پاکستان کے کسی سیٹلمنٹ کے دفتر سے یہ مثال نہیں ملے گی کہ پندرہ پندرہ بیس بیس سال کے الاٹیوں کے ڈیڈ منسوخ ہوں کلیم منسوخ ہوں کلیرنس سرٹیفکیٹ منسوخ ہوں۔ مثلوں سے دستاویزات غائب ہو رہی ہوں۔

ایسی مثالیں ڈپٹی سیٹلمنٹ کمشنر، دفتر سیٹلمنٹ آرگنائزیشن ملتان کے محمود احمد کے آفس سے ہی مل سکتی ہے یا اسی قسم کا مکتب فکر رکھنے والے عہدیداروں کے ہاں ہی مل سکتی ہے تو میرا مقصد کے اظہار سے یہ ہے کہ کچھ فرقوں کے انتہا پسند لوگ خطرناک منتقمانہ طرز عمل کو بروئے کار لا رہے ہیں جو عوام کی بدقسمتی سے حکومت کے عہدوں پر فائز ہیں اور عوام کو سخت پریشان کرنے کی سازش میں مصروف ہیں۔

اب دیکھئے کہ محمود احمد ڈی ایس سی اربن ایریا ملتان جن غریب نادار اور مظلوم مہاجرین کے ڈیڈ کلیم کلیرنس سرٹیفکیٹ منسوخ کر رہا ہے۔ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر ہجرت کر کے آئے ہیں۔ وہ اپنی ہر چیز سے قطعی بے تعلق ہو کر اور کس قدر کثیر قیمتی جانوں کی قربانی دے کر آئے ہیں۔ کتنی بہنات کے ساتھ عصمتوں کو لٹوا کر آئے ہیں۔ اور مرزائیوں نے جس قادیان کے متبادل ربوہ کی قیمتی زمین توہین آمیز قیمت میں خریدی اور الاٹ کرائی ہے اس قادیان پر مرزائیوں کا آج بھی تسلط ہے ان کی کثیر تعداد آج بھی قادیان پر قابض ہے۔ وہاں کی وہ جائیداد جس کے متبادل ربوہ کی زمین الاٹ کرائی ہے۔ وہ جائیداد آج بھی انہی کے پاس ہے۔

دراصل جعلسازی سے ہتھیائی ہوئی اور الاٹ کرائی ہوئی یہ زمین منسوخ ہونے کے دائرے میں قانونی طور پر آتی ہے اور ڈی ایس سی اربن ملتان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے اور حکومت پاکستان اس الاٹمنٹ کو منسوخ کرے۔ جس کے منسوخ کرنے کا زبردست قانونی جواز موجود ہے۔

میں ایم ایم اے واسطی ڈپٹی سیکرٹری سیٹلمنٹ آرگنائزیشن پنجاب اور محمود احمد ڈپٹی کمشنر اربن ملتان کی خدمت میں گذارش کروں گا



بسلسلہ تعارف اُمیدواران قومی و صوبائی اسمبلی

رپورٹنگ :
الطاف حسین
سرکولیشن منیجر

مولانا محمد شریف وٹو

نائب امیر مرکزیہ جمعیۃ علماء اسلام - پاکستان

مولانا محمد شریف وٹو نائب امیر مرکزیہ جمعیۃ علماء اسلام قومی اسمبلی این اے ۱۴۴ منچن آباد سے پاکستان قومی اتحاد کے نامزد امیدوار ہیں - یہ حلقہ ہیڈ سلیمانکی سے شروع ہوتا ہے اور تحصیل منچن آباد بہاولنگر شہر پر مشتمل ہے - مولانا کے مقابلے پر پیپلز پارٹی کے محمد رفیق شاہ امیدوار ہیں جو کہ موقع پرست زمیندار ہیں اور پارٹیاں تبدیل کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے - اور ہر دور میں حکومت کے پروردہ رہے ہیں -

مولانا محمد شریف وٹو حضرت مولانا غلام قادرؒ صاحب کے صاحبزادے ہیں جو کہ ریاست بہاولپور کے مشہور بزرگ مانے جاتے ہیں، ایک اچھے خاصے زمیندار ہونے کے باوجود آپ تمام عمر نظام شریعت کے عملی نفاذ کی جدوجہد میں مصروف کار رہے - ریاست میں لاکھوں افراد آپ کے معتقد ہیں - آج بھی ضلع بہاولنگر میں دینی اثر نظر آتا ہے اس میں حضرت غلام قادر صاحب کا خاص حصہ ہے - ریاست بہاولپور کے مشہور اخبار الصادق کے مطابق آپ نے ریاست میں ۴۰ دینی درس گاہیں قائم کیں - اور دو ہزار سے زیادہ غیر مسلموں کو مسلمان کیا۔"

مولانا شریف وٹو صاحب نے اپنے والد محترم کی وفات کے بعد ان کے مشن کو زور و شور سے آگے بڑھایا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں محمد پور سنساراں میں حاصل کی - اس کے بعد شوال ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کے لیے داخل ہوئے - چار سال دارالعلوم دیوبند میں رہے اور آپ نے حضرت مدنی سے بیعت کی اور وہیں سے آپ کے جذبہ حریت میں پختگی پیدا ہوئی -

دیوبند سے تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے گھر واپس آئے، اپنے علاقے کے مسائل میں دلچسپی لینی شروع کی - ۱۹۵۰ء میں نواب ریاست بہاولپور میں تحریک بحالی جمہوریت شروع ہوئی - اور اس سلسلہ میں اپوزیشن کی طرف سے جو تنظیم قائم کی گئی تو مولانا نمائندہ کی حیثیت سے بہاولپور کونسل میں پیش ہوئے - آپ نے ریاست میں اسلامی قانون اور جمہوریت کی بالادستی کے لیے پرزور وکالت کی -

مولانا محمد شریف وٹو ابتدا ہی سے جمعیۃ علماء اسلام کے رکن چلے آرہے ہیں اور حضرت احمد علی لاہوریؒ کے زمانہ ہی سے مجلس شوریٰ کے رکن ہیں - اور اس سلسلہ میں مرکزی اجلاسوں کے لیے ڈھاکہ تک کا بھی سفر کیا -

عرصہ چار سال سے مولانا جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر ہیں - مولانا اس وقت کئی دینی درس گاہوں کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں جن میں سے ؛

۱- مدرسہ اسلامیہ صادقیہ منچن آباد
۲- مدرسہ عربیہ قادریہ محمد پور سنساراں
۳- مدرسہ فیض الاسلام چک مدرسہ
۴- مدرسہ مدینۃ العلوم منڈی ڈاہرانوالی

خاص طور پر قابل ذکر ہیں

مولانا نے تحریک بحالی جمہوریت اور تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا -

انتخابی جائزہ

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بھی مولانا محمد شریف وٹو کے مدمقابل محمد رفیق شاہ قیوم لیگ کی طرف سے اور دوسرے محمد افضل وٹو پیپلز پارٹی کی طرف سے امیدوار تھے - وٹو خاندان میں سے دو افراد امیدوار ہونے کی وجہ سے مولانا صرف چار ہزار ووٹ سے ہار گئے، لیکن اس وقت بھی رفیق شاہ نے مقامی انتظامیہ سے ساز باز کرکے دھاندلی کی - جس کا اعتراف انہوں نے خود کیا - ورنہ مولانا کی جیت یقینی تھی، لیکن اب پوزیشن یہ ہے کہ مولانا وٹو کے مقابلہ میں افضل وٹو نہیں آیا جس کی وجہ سے مولانا کی پوزیشن بہت مستحکم ہے - محمد رفیق شاہ انتظامیہ کے تعاون کے باوجود کوئی کامیاب جلسہ یا جلوس نہیں نکال سکا - اور اب غنڈہ گردی پر اُتر آیا ہے اب عوام میں یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ انتخابات تو پیپلز پارٹی حکومت کی دھاندلی کی وجہ سے جیت جائے گی -

انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام بہاولنگر شہر کے نائب امیر حاجی محمد حنیف کی دکان کو چند غنڈوں نے لٹوا دیا اور انتظامیہ نے ابھی تک غنڈوں کو گرفتار نہیں کیا - اس سلسلہ میں بہاولنگر، منچن آباد میں زبردست احتجاجی ہڑتال ہوئی اور جلوس نکالے گئے جس کی وجہ سے اس علاقے میں پیپلز پارٹی کا سیاسی دیوالیہ نکل گیا -

مولانا محمد یوسف

صوبائی اسمبلی بہاولنگر

مولانا محمد یوسف صوبائی اسمبلی کی نشست ۲۳۰ بہاولنگر سے پاکستان قومی اتحاد کے نامزد امیدوار ہیں حلقہ بہاولنگر شہر اور اس کے مضافات پر مشتمل مولانا محمد یوسف کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے امیدوار راجہ امتیاز احمد سے ہے جو ضلع بہاولنگر کے صدر ہیں - راجہ امتیاز احمد ایک زمیندار آدمی ہیں اور سیاسی میدان میں نووارد - اور راتوں رات لیڈر بننے کے

عنایت اللہ خان

ترقی پذیر ملکوں میں مہنگائی کا عذاب

علاج کا ایک نسخہ موجود ہے

عالمی سرمایہ داری کے بحران کے زیر اثر ترقی پذیر ملکوں کی اکثریت آج کل مہنگائی اور افراط زر کے عذاب میں مبتلا ہے۔ ان ملکوں میں سے اکثر میں افراط زر کی سالانہ شرح تیس سے چالیس فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے پسماندہ اور ترقی پذیر ملک ترقی یافتہ مغربی ملکوں سے بھاری سود اور سخت شرائط پر قرضے لے رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان پر قرضوں کا بوجھ تیزی سے بڑھ رہا ہے اور انہیں ان قرضوں کی ادائیگی پر اپنی کل آمدنی کا ایک چوتھائی سے بھی زیادہ خرچ کرنا پڑ رہا ہے۔ اور برآمدات سے حاصل ہونے والا قیمتی زر مبادلہ پورے کا پورا قرض خواہ ترقی یافتہ ملک لے جاتے ہیں اور اس طرح غریب اور ترقی پذیر ممالک تہی دست رہ جاتے ہیں۔ اور سرکاری اخراجات اور ترقیاتی کاموں کے لئے ضروری رقوم کی فراہمی کے لئے عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ لاد دیتے ہیں جو مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مہنگائی آگے چل کر سیاسی بے چینی کی شکل اختیار کرتی ہے جس کا تازہ اظہار مصر میں ہوا ہے۔ اگر مہنگائی اور افراط زر کی یہی رفتار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ یہ ہنگامے دوسرے ترقی پذیر ملکوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک اس گھمبیر صورتحال سے کیسے عہدہ برآ ہوں۔ ہر شخص اپنے اپنے طور پر اس سوال کا جواب تلاش کر رہا ہے۔ مگر کوئی بھی نئے تجربوں کا خطرہ مول نہیں لے سکتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم اپنے اطراف نظر دوڑائیں اور دوسرے ملکوں کے تجربات سے حاصل ہونے والے کارآمد نتائج کو سامنے رکھ کر اپنے قومی حالات اور مزاج کے مطابق ان تجربوں سے فائدہ اٹھائیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے کہ ہم ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہو کر "جو کچھ اچھا ہے وہ ہمارا ہے" کے اصولوں اور "علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے" کے قول صادق پر عمل کریں۔ دوسری قوموں کے تجربات کے سلسلے میں ہمیں ماضی کے پسماندہ نیم ایشیائی نیم یورپی ملک سوویت یونین کے تجربوں سے خاص طور سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ آج سے صرف ساٹھ سال پہلے روس زار شاہی جبر و استبداد کے شکنجے میں جکڑا ہوا دنیا کا ایک پس ماندہ ملک تھا۔

اس کا اگر موازنہ کیا جائے تو اس وقت اس ملک کی حالت آج کے بہت سے ترقی پذیر ملکوں سے کسی طرح بھی بہتر نہیں تھی۔ مگر آج یہ ملک نہ صرف دنیا کی ایک بڑی صنعتی، فوجی اور سیاسی طاقت ہے بلکہ بہت سے شعبوں میں اس نے امریکہ جیسے سرمایہ دار دنیا کے لیڈر اور امیر ملک کو پیچھے چھوڑ دیا۔ حالانکہ اس عرصے میں سوویت یونین کو طویل خانہ جنگی، غیر ملکی مداخلت، بین الاقوامی تنہائی اور معاشی ناکہ بندی اور دوسری عالمی جنگ کی ہولناکیوں سے گذرنا پڑا، جس میں اس کے دو کروڑ آدمی مارے گئے۔ صنعتیں اور معاشی وسائل تباہ ہو گئے تھے اور کہیں سے کوئی بیرونی امداد نہیں ملی تھی۔ آخر ان سنگین ناموافق حالات کے باوجود روس نے اتنی ترقی کیسے کی۔؟

سوویت روس کی اس عظیم الشان اور حیرت انگیز ترقی کا راز اس حقیقت پسندانہ اور سائنسی پالیسی میں چھپا ہوا ہے جو بالشویکوں نے اقتدار میں آنے کے بعد اختیار کی تھی۔ انہوں نے اقتدار میں آنے کے فوراً بعد ملک کی معاشی ترقی اور محنت کار عوام کی فلاح اور خوش حالی کی غرض سے معاشی منصوبہ بندی شروع کی تعیشات کو ختم کر کے عالی شان عمارتوں، عیش و عشرت کی چیزوں، سینماؤں، بڑے بڑے ہوٹلوں، نائٹ کلبوں، جوئے خانوں اور فخر و مباہات کے لئے استعمال ہونے والی اشیاء کی تیاری پر پابندی لگا دی اور میک اپ، سنگھار اور عیش و عشرت کی چیزوں کی بیرونی ملکوں سے [illegible] پر پابندی لگا دی اور اس طرح حاصل ہونے والی اور بچنے والی رقم سے ضروری مشینیں خریدی گئیں۔ نئے کارخانے لگائے گئے، نہریں اور ٹیوب ویل کھودے گئے۔ سڑکیں، ہسپتال اور اسکول تعمیر کئے گئے۔ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم کو فروغ دیا گیا۔

کسانوں کو زمین، بیج، کھاد، دوائیں اور ٹریکٹر فراہم کئے۔ چھوٹے قطعات اراضی کو کوآپریٹو فارموں میں منظم کر کے وقت اور محنت بچا کر اس بچے ہوئے وقت اور محنت کو دوسرے تعمیری کاموں پر لگایا گیا۔ قومی ملکیت میں لی جانے والی صنعتوں کو نوکر شاہی کے کنٹرول میں دینے کے بجائے ان صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے کنٹرول میں دیا گیا اور مزدوروں کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ان صنعتوں کی پیداوار، آمد و خرچ، پیداوار کی فروخت اور تقسیم، خام مال اور مشینوں کی خریداری کا حساب رکھیں۔ اس غرض سے مزدوروں کی ٹریڈ یونینوں کو اعلیٰ اختیارات دیئے گئے۔ بڑی بڑی زمینداریوں کو جاگیروں کو ضبط کر کے زمین کسانوں میں تقسیم کی گئی اور باقی زمین پر خود حکومت نے کاشتکاری شروع کی اور اس سرکاری کاشت شدہ زمینوں کو سرکاری

افسروں کے بجائے ان زمینوں پر کام کرنے والے مزدوروں کو تحویل میں دے دیا گیا۔

ایک طرف تو ہمارے سامنے سوویت روس کے اس تجربے کی صورت میں مہنگائی، افراط زر اور بے روزگاری کو ختم کرنے اور عالمی سرمایہ داری کے بحران سے بچنے کا ایک عملی نسخہ موجود ہے اور دوسری طرف ترقی پذیر ملکوں کی ایک بڑی تعداد کے معاشی وسماجی مسائل اور ان مسائل سے پیدا ہونے والی سیاسی بے چینی، اخلاقی جرائم اور سماجی برائیاں ہیں۔ اس سلسلے میں بہتر ہوگا کہ ہم مصر میں ہونے والے ان حالیہ ہنگاموں میں کارفرما عوامل کو دیکھیں جن کے نتیجے میں تقریباً ایک سو افراد ہلاک اور دو ہزار سے زائد افراد گرفتار کر لئے گئے ہیں اور ملک میں ہنگامی حالت کا اعلان کر کے عوام کے بنیادی حقوق معطل کئے گئے ہیں۔

جیسا کہ قارئین جانتے ہیں کہ ۱۹۵۲ء میں صدر ناصر کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے اب تک کے ۲۵ سالہ دور میں مصر میں کبھی ایسے مظاہرے نہیں ہوئے۔ حالیہ پر تشدد مظاہرے دراصل صدر سادات کی نئی پالیسی کا نتیجہ تھے۔ اس نئی پالیسی کے تحت ایسے اقدامات کئے گئے۔ جس سے غیر ملکی اجارہ داریوں اور مقامی سرمایہ داروں میں اشتراک عمل کو فروغ ملا اور اس طرح منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، اسمگلنگ اور منافع کی صورت میں قیمتی زر مبادلہ کی برآمد کو فروغ ملا۔ غیر پیداواری اخراجات میں اضافہ ہوا۔ ہوٹلوں، سینماؤں، جوئے خانوں اور شبینہ کلبوں کی صنعت کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی ملی اور نو دولتیوں کا ایک طبقہ تیزی سے فروغ پانے لگا۔ اور اپنی امیری جتانے کے لئے عالی شان مکانوں کی تعمیر، زرق وبرق لباس، قیمتی کاریں، بناؤ سنگھار کے سامان پر بے تحاشہ دولت خرچ کرنے لگا۔

جس سے صنعتوں کی ترقی اور پیداواری سرگرمیاں انحطاط کا شکار ہو گئیں۔ اور سرکاری خزانے اور مالیات پر زبردست بوجھ پڑا۔ جسے ہلکا کرنے کے لئے سادات حکومت نے عام آدمی پر ٹیکسوں کا اضافہ کر دیا۔ جس سے چیزوں کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہو گیا۔ اور یہ اضافہ بالآخر ۱۸ اور ۱۹ جنوری کے خونریز مظاہروں پر منتج ہوا۔

مصر اور سوویت روس کی ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ترقی پذیر ملکوں کے پاس پسماندگی، مہنگائی، افراط زر اور بے روزگاری کو ختم کرنے کا ایک مجرب نسخہ موجود ہے۔ وہ نجی شعبہ میں اجارہ داری کے رجحان کو ختم کریں، بیرونی اجارہ داریوں کی لوٹ کھسوٹ پر پابندی لگا دیں، ملک میں فولاد سازی، مشین سازی اور دیگر اہم صنعتوں کو قومی شعبے یعنی سرکاری شعبے کے تحت ترقی دیں۔ بڑی زمینداریوں اور جاگیرداریوں کو ختم کریں اور بے زمین اور کم زمین کے مالک کسانوں میں زمین تقسیم کریں اور زرعی ترقی کے لئے اچھے قسم کے بیج، معیاری دوائیں، کھاد، ٹریکٹر وغیرہ سستے داموں مہیا کریں۔ سرکاری افسروں کی کمیشن خوری کے لئے مشینیں اجارہ سرمایہ دار اور سامراجی ملکوں سے مہنگے داموں خریدنے کی بجائے۔ سوشلسٹ ملکوں سے سستے داموں میں ملنے والی دوائیں، کھاد اور ٹریکٹر خریدیں۔ چھوٹے مالکان اراضی کے کوآپریٹو فارموں کے ساتھ ساتھ ریاستی کاشتکاری کے فارم قائم کئے جائیں۔ قومی تحویل میں لی جانے والی صنعتوں کو چلانے اور ان کی پیداوار اور منافع کو بڑھانے اور کنٹرول کرنے میں مزدوروں کو موثر طور پر شریک کیا جائے۔ زرعی اصلاحات پر عمل درآمد کرنے کے لئے افسر شاہی پر بھروسہ کرنے کی بجائے کسانوں اور عام دیہی آبادی کے دیانتدار نمائندوں کی کمیٹیاں بنائی جائیں۔ ایسے عالی شان محلات کی تعمیر کی بجائے۔ جن کے ایک ایک غسل خانے کی آرائش پر ایک ایک لاکھ روپے خرچ کئے جا رہے ہوں۔ سستے اور معیاری مکان بنائے جائیں۔ ذاتی اور انفرادی استعمال کے لئے لمبی اور مہنگی کاریں اور بڑی تعداد میں موٹر سائیکلیں درآمد کرنے کی بجائے بسیں منگوائی جائیں اور حتے المقدور کوشش کی جائے کہ یہ بسیں بھی ملک ہی میں بنیں۔ ان اقدامات سے جہاں درآمدات میں کمی کر کے زر مبادلہ بچانے میں مدد ملے گی۔ وہاں غیر ضروری مصارف کی وجہ سے بڑھنے والی قیمتیں بھی کم ہو جائیں گی۔ صنعت اور زراعت کی ترقی سے روزگار کے مواقع پیدا ہو جائیں گے اور عام آدمی کی حالت بہتر ہو جائے گی۔

یہ اقدامات پہلے ہی کئی ملکوں میں آزمائے جا چکے ہیں۔ ان ملکوں میں ناصر کے زمانے کا مصر، شام، الجزائر، عراق، صومالیہ، تنزانیہ، موزمبیق، انگولا اور برما جیسے ملک شامل ہیں۔ لاؤس، کمبوڈیا اور ویت نام اس راہ پر بہت آگے بڑھ گئے ہیں اور ہندچینی کے یہ ملک تیس سالہ جنگ کے بعد مندرجہ بالا طریقے سے تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کرتے ہوئے بہت سے ترقی پذیر ملکوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

بقیہ سلسلہ تعارف

بھی جائز و ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں

مولانا محمد یوسف صاحب نے میٹرک کی تعلیم حاصل کی اور مزید دنیاوی تعلیم کے بجائے دینی علوم کی تکمیل کی ٹھانی، ابتدائی تعلیم جامع علوم بہاولنگر سے حاصل کی اور ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۷ء تک جامعہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں رہے اور حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب سے تعلیم پانے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے کراچی سے ادیب فاضل کا امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ کراچی سے واپسی پر بہاولنگر میں سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ ویسے تو مولانا کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن مولانا نے اتنا زیادہ وقت سیاسی اور مذہبی میدان میں گذارا ہے کراچی سے واپسی پر آپ جمعیۃ علماء اسلام بہاولنگر شہر کے صدر منتخب ہوئے۔

ایوبی آمریت کے خلاف مجاہدانہ حیثیت سے حصہ لیا۔ آپ کو بار بار گرفتار کیا جاتا رہا کہ ہراساں ہو کر سیاست سے باز آجائیں۔ تحریک بحال جمہوریت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اور آپ پر دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی پر مقدمہ بنا۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں تین دفعہ گرفتار ہوئے اور اب بھی آپ پر ۱۶ ایم پی کے تحت مقدمہ چل رہا ہے۔

مولانا جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے فعال رکن ہیں اور اب جمعیۃ علماء اسلام ضلع بہاولنگر کے جنرل سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد یوسف صوبائی اسمبلی کا انتخاب لڑ رہے ہیں اور آپ کی بہاولنگر شہر میں قریشی برادری بھی کافی تعداد میں ہے۔ جو آپ کو سپورٹ کر رہی ہے

راجہ اقبال زاہد مولانا کی انتخابی مہم سے گھبرا گئے ہیں اور انہوں نے حاجی محمد حنیف نائب صدر جمعیۃ علماء اسلام، بہاولنگر کی دکان چند غنڈوں کی مدد سے لوٹ لی۔ پانچ ہزار روپے نقد لے گئے۔ یہ محض اس وجہ سے کہ لوگوں میں خوف وہراس پھیل جائے اور پیپلز پارٹی کو فرار کا کوئی راستہ نظر آجائے۔

الطاف الرحمٰن نبوی

علمائے کی خدمات ماضی کے آئینے میں

برصغیر کا چپہ چپہ علمائے حق کے اخلاص و ایثار کا معترف ہے

برطانوی ہند میں ہندی اقوام خصوصاً مسلمان کس قدر مغضوب و مظلوم تھے اور بدیسی حکمران اقتدار کے نشے میں کس قدر بدمست و مطلق العنان تھے، اس کا اندازہ برصغیر کی گذشتہ دو سو سالہ تاریخ کے مطالعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ محکومی و غلامی کی اس طویل مدت میں جب کہ انگریزی قہاریت کے شیر غرّاں اور ان کی بربریت کے تیغ برّاں کی ہیبت سے کائنات ہند کا ذرہ ذرہ سہما ہوا تھا، یہ غیرت حق میں ڈوبی ہوئی گرجدار آواز کس کی ہوتی تھی؟ جو ہندوستان کی سنسنی خیز فضاؤں کی خاموشیوں کو توڑتی ہوئی۔ موقعہ بموقعہ سنائی دیتی تھی۔

باطل کا جاہ و جلال اور حق کی بے سروسامانی

ذرہ تصور کیجیے۔ برطانیہ عظمیٰ کی اس وسعت مملکت کا جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اور اس کی اس قوت و طمطراق کا جس کی ترجمانی وہاں کے معزز وزیر اعظم گلیڈسٹون نے بایں الفاظ کی تھی کہ ”اگر آسمان بھی ہمارے سروں کے اوپر گرنا چاہے تو ہم سنگینوں کے نوک پر اسے تھام لیں گے۔“ اور اس کے مقابلے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور ان کے تلامذہ و ارادتمندوں کی اس بے سروسامان جماعت کا کہ جس کے پاس جوش ایمانی کی تپش و حرارت کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ فقر و فاقے کی درویشی اور خلوص و صداقت کی قلندری کفر و باطل و جاہ و جلال اور ظلم و استبداد کی سکندری سے کس طرح نبرد آزما ہوتی ہے اور نہتی سچائی مسلح جھوٹ پر کس بے خوفی سے ٹوٹ پڑتی ہے۔

فہم و بصیرت کے مخزن اور غیرت و حمیت کے پہاڑ

انگریزوں کی آہن پوش فوجیں بنگال کے بہادر اور غیور نواب سراج الدولہ کی لاش سے گذرتی ہوئی میسور کے جوان مرد ٹیپو سلطان کو روندتی ہوئی دہلی کے مغل سلطنت کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کو بھی تقریباً گل کر چکی تھیں۔ اور پورے ملک میں ”کمپنی بہادر“ کا دور دورہ تھا۔ کروڑوں ہندوستانیوں کی زبانیں گنگ اور ہاتھ پیر شل ہو چکے تھے۔ اندریں پرخطر حالات دیار دہلی کے ایک سپوت ـــــ فہم و بصیرت کے مخزن ـــــ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ایک جبہ پوش مولوی کے لباس میں نمودار ہوئے۔ قرآنی علوم و معارف کو عام فہم بنانے کے لئے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور پھر اسی کی روشنی میں اہل وطن کو حریت و آزادی کا وہ سبق دیا۔ جو شیر مادر کی طرح ان کے ریشے ریشے میں سرایت کر گئیں۔ ان کی پوری زندگی ہندی باشندوں کی ایک صحت مند فکری محاذ کی تشکیل میں گزری۔

ان کے بعد ان کے خلف السعید ـــــ غیرت و حمیت کے پہاڑ ـــــ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے انہی کے فکری خطوط پر عملی جدوجہد کا آغاز کیا۔ انجام سے بے پرواہ ہو کر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا۔ اور اس طرح سے وقت کی سب سے بڑی آمریت کو للکارا شاہ ولی اللہ نے بڑے حزم و عزم کے ساتھ جس فکر حریت کی تخم ریزی کی تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بڑی ہمت و جرأت کے ساتھ اسی کی آبیاری کی تا آنکہ سید احمد شہید اور شاہ اسمعیل شہیدؒ اور ان کی جماعت مجاہدین کی صورت میں حریت کا ایک تناور درخت دکھائی دیا۔ جو استحصالی قوتوں کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ثابت ہوا۔

بالاکوٹ کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور شاملی کے در و دیوار کیا کہتے ہیں

بالاکوٹ کے لالہ زاروں سے پوچھئے۔ کہ آج سے کوئی ڈیڑھ صدی پہلے ان کی آنکھوں نے کیا دیکھا کفن بردوش مجاہدین کی مختصر سی جمعیت سکھوں کی بھاری اور کثیر التعداد فوجوں سے کیوں اور کس طرح ٹکرا رہی تھی۔ مجاہدین کس مقصد کے لئے ہزاروں میل کی جانگسل مسافتیں طے کر کے صوبہ سرحد کے اس کوہستانی خطے میں اپنے خون کو پانی کی طرح بہا رہے تھے۔ اور ایثار و قربانی کی نئی دنیا آباد کر رہے تھے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۹۵۷ء کی جنگ آزادی کے صف اول کے سپاہیوں کی شناخت کیجیے۔ سلطنت مغلیہ کے مٹتے ہوئے آخری نشان بہادر شاہ ظفر کو سہارے دے

دے کر برطانوی حکمران کے مقابلے پر کمربستہ کرنے والا اور خود حریت پسندوں کی مٹھی بھر جمعیت کے ساتھ ان کے ساتھ ان کے خلاف یکے بعد دیگرے مختلف محاذ کھولنے والا بخت خان بریلوی کون تھا۔ یہ مولوی منش سپہ سالار شہداء بالاکوٹ کے مشن کی تکمیل ہی کے لئے تو میدان کارزار میں کودا تھا جو ایک عرصے تک انگریزی استعمار کے منہ پر موثر طمانچہ رسید کرتا رہا۔

تاریخ کا ایک ورق اور الٹئے اور علماء حق کی سپاہیانہ زندگی کا ایک منظر جہاد شاملی کو دیکھئے۔ جس کے بارے میں مسٹر لیگی انگریز ہی کو کہنا پڑا کہ "اگر دنیا میں کوئی بغاوت حق بجانب کہی جاسکتی ہے تو وہ ہندوستان کے ہندو مسلمان کی بغاوت تھی"۔

حاجی امداد اللہ صاحبؒ جیسے فرشتہ صورت و سیرت بزرگ متحد قیادت سنبھالے ہوئے ہیں اور ان کی سرکردگی میں مولانا محمد قاسمؒ، مولانا رشید احمدؒ، مولانا محمد ضامن شہید اور ان کے علاوہ بہت سے علماء ربانی انگریزوں سے برسرپیکار ہیں۔ کیا کوئی بھی بشرط علم و انصاف کہہ سکتا ہے کہ ملک و ملت کی خاطر ایثار و قربانی میں علماء حق کسی سے پیچھے رہے ہیں۔ بلکہ آثار و اخبار کی ناقابل تردید شہادت تو یہی ہے کہ نازک سے نازک مرحلے پر بھی جب کہ بڑے بڑے مدعیوں کے حوصلے پست اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں ملک و ملت کی ڈوبتی ہوئی ناؤ انہی کے سہارے سلامتی کے ساحل تک جا پہنچتی ہے۔ ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی بصیرت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

شیخ الہندؒ انگریز کی قوت کیلئے صاعقہ آسمانی

قومی دولت کے سرفانہ خرچ پر سجے ہوئے سٹیجوں پر کھڑے ہو کر علماء حق کی کردار کشی کرنے اور ان پر کیچڑ اچھالنے والے سورج کو انگلی سے چھپانے کی یہ ناکام کوشش کب تک کرتے رہیں گے۔

آزادیٔ ہندوستان کے سب سے بڑے علمبردار شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کو دنیا بہت اچھی طرح جانتی ہے۔ جو انگریز کی قوت کے لئے صاعقہ آسمانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ جن کے بارے میں یوپی کے گورنر سر جیمس امنلسٹن نے کہا تھا کہ "اگر اس شخص کی بوٹی بوٹی کر دی جائے تو ہر بوٹی سے انگریز کے خلاف عداوت ٹپکے گی"۔ نیز یہ بھی کہا کہ "اگر اس شخص کو جلا کر خاک بھی کر دیا جائے تو وہ بھی اس کوچہ سے نہیں اڑے گی جس میں کوئی انگریز ہو"۔ جس کے بارے میں برطانوی رولٹ کمیٹی (بغاوت کے اسباب معلوم کرنے کے لئے انگریزوں کی قائم کردہ کمیٹی) کی آخری رپورٹ یہی تھی کہ ہندوستانیوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت و عداوت کے جذبات بھڑکانے کی تمام تر ذمہ داری دیوبند کے محمود الحسن پر پڑتی ہے۔

بلاخوف تردید دعوٰی کیا جاسکتا ہے کہ آزادیٔ ہند کی تحریک میں شیخ الہند اور ان کی جماعت کی سرگرمیاں نہ ہوتیں تو آزادی کا سورج کبھی طلوع نہ ہوتا۔

حضرت مدنیؒ اسلام کے ناقابل شکست نمائندے

پاکستان دنیا عالم اسلام کے عظیم فرزند شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مجاہدانہ کارناموں سے بھی بے خبر نہیں ہے۔ جو باطل کے نرغے میں حق کے سرگرم داعی اور کفر کے ایوانوں میں اسلام کے ناقابل شکست نمائندے اور ترجمان تھے۔ ان کی ثبات و استقامت ضرب المثل تھی۔ تحریک خلافت کے زمانے میں جب برطانوی دارالعلوم سے ڈنکے کی چوٹ یہ آواز سنائی گئی تھی کہ۔

"یہ ترک اور انگریزوں کی جنگ نہیں۔ یہ اسلام اور عیسائیت کی جنگ ہے۔ خلافت اور اس کے نام پر چلنے والی کسی بھی تحریک کو شمشیر کی نوک سے دھکیل دیا جائے گا"۔ تو ساری دنیا کے مسلمانوں کے کروڑوں دل اس مغرور آواز کو سن کر دھڑک اٹھے۔

لیکن سنگینوں کی تیز نوکیں گلے میں لہراتے ہوئے قریب پھانسیوں کے پھندے اور بارود کی بدبو دار اور تنگ و تاریک قید خانوں کا تصور اس قدر دہشت انگیز اور خوفناک تھا کہ زبان ہلانے کی سکت کسی کے اندر نہیں تھی۔ سراسیمگی اور دہشت کی ان فضاؤں میں طاقت اور جبر کی طلسم کو توڑتی ہوئی کراچی کی عدالت سے ہیبت حق میں ڈوبی ہوئی ایک آواز اٹھی۔

"اسلام کے خلاف بنائے جانے والے یہ شیطانی منصوبے خاک میں ملا دیئے جائیں گے۔ اگر مذہبی فرائض اور پابندیوں کا احترام و لحاظ نہ رکھا گیا تو کروڑوں مسلمانوں کو اس کا تصفیہ کرنا پڑے گا۔ کہ وہ مسلمانوں کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہیں یا مفلوج رعایا کی حیثیت سے۔ اگر گورنمنٹ اسلام کے مقابلے پر کمربستہ اور مذہبی آزادی چھیننے پر تیار ہے تو سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو اپنی جان قربان کر دوں گا"۔

یہ حسین احمد مدنیؒ کا نعرہ مستانہ تھا۔ جس نے ہندوستان کی ٹھٹھری ہوئی سیاست میں گرم اور پرجوش ولولوں کی روح پھونک دی۔ مضمحل اعصاب میں بجلی اور طوفان کی قوت دوڑا دی۔ ساری دنیا کے آزاد مسلمان اس آواز کو سن کر غیرت سے پسینے میں نہا گئے۔ جو محکوم اور غلام ہندوستان کی کڑی سے کڑی بندشوں کو توڑ کر باہر آئی تھی۔

؎ گئے وہ دن کہ ہمیں زندگی کی حسرت تھی
فضول قتل کی دیتا ہے دھمکیاں صیاد

یہ حسین احمد مدنیؒ کا اسلامی کردار تھا۔ اسوۂ حسنہ پر عمل تھا اور اس ہدایت کی تعبیر تھی۔ جس میں کہا گیا ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق سب سے افضل جہاد ہے۔

وہی مومن ہے جس کو دیکھ کر باطل پکار اٹھے
؎ کہ اس مرد خدا پر چل نہیں سکتا فسوں میرا

ان کی بلند ہمتی ایک عظیم تر اسلامی ہندوستان پر یقین رکھتی تھی۔

بعض لوگ ان مقدس اسلاف کو قیام پاکستان کی مخالفت کے بہانے سے ملک و ملت کے بدخواہ اور دشمن ثابت کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگاتے چلے آئے ہیں اور کچھ غرض کے بندے اب بھی یہی رٹ لگا رہے ہیں اور پھر انہی کی نسبت سے ان کے موجودہ اخلاف پر بھی طعنہ زنی کرتے ہیں۔ یہ کنویں کے مینڈک سمندر کی وسعتوں اور اتھاہ گہرائیوں کو کیا جانیں۔ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے ہیں کہ ان اولوالعزم ہستیوں کی بلند ہمتی ملت اسلامیہ کی نشأت ثانیہ کے لئے کوشاں تھی۔

کون سمجھائے

مولانا مفتی محمود مدظلہ کو سیاسی قائد ماننے سے انکار کرنے والے اس حقیقت کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب انہی بزرگوں کے فکر و عمل کے وارث ہیں۔ جن کے فہم و فراست اور عزم و استقلال کی ایک دنیا قائل تھی۔ مفتی صاحب مدظلہ کی سیاسی بصیرت پاکستان کی سطح سے گذر کر عالمی سطح پر مسلم ہے اور وہ لوگ بھی اس کے معترف ہیں جو کہنے والوں کے سیاسی استاد ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اس قسم کی باتیں کرتے ہوتے ان کا ضمیر خود بھی ان کو ملامت کرتا ہوگا مگر ہائے بدنصیبی! ان ناعاقبت اندیشوں کو کون سمجھائے کہ ان کی شباب و جوانی کی یہ رعنائیاں اسی ایک ہی موسم سے وابستہ ہیں جس کی پیداوار ہیں۔ موسم سے زیادہ زندگی کی تمنا یا اس کو قائم رکھنے کی کوشش نری حماقت اور سعی لاحاصل حضرت مفتی صاحب کی قیادت کے تصور سے کانپنے والوں کو کانپنا ہی چاہیے کہ عنقریب دور اقتدار کے لمحے لمحے اور قومی دولت کی کوڑی کوڑی

بقیہ اداریہ :

بھٹو صاحب کے ذہن میں یہ بات بڑی طرح جڑ پکڑ چکی ہے کہ ان کی اپنی ذاتِ والا صفات کے علاوہ کوئی دوسرا شخص کاروبار چلانے کا اہل ہی نہیں یہ خیال ان کے دل و دماغ پر اس قدر مستولی ہو چکا ہے کہ وہ اظہر من الشمس حقیقتوں کی بھی تکذیب کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور اقتدار سے مسلسل وابستگی بھی انہیں اس ضرر رساں اد غندہ پر ڈالنے میں ممد و معاون رہی ہے۔

حکومت کا نظم و نسق چلانے ... ملک کو ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کے معاملے میں تو عوام نے "قائدِ عوام" کی اہلیت و لیاقت بھی لی۔ ہاں البتہ یہ ثابت سکتا ہے کہ بھٹو صاحب اقتدار کے بغیر زندہ رہنے کا بوتا نہیں رکھتے۔ ان میں یہ کس بل ہی نہیں کہ وہ اپوزیشن میں رہ سکیں۔ اگر وہ اپوزیشن میں رہنے پر آمادہ ہو جاتے تو پاکستان دولخت نہ ہوتا

اس کے برعکس مولانا مفتی محمود نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ حکومت چلانے کی اہلیت سے بھی بہرہ ور ہیں اور اپوزیشن کی قیادت کے منصب بلند سے بھی متصف ہیں۔ بھٹو صاحب لاکھ حقائق سے انکار کریں، لیکن اب مفتی محمود کی قیادت و سیادت کے مہرِ نیم روز کے سامنے ان کے اقتدار کے چراغ آخر شب نہیں جل سکتا۔

رپورٹنگ: عمیر الہاشمی

ناصر باغ لاہور میں پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں پر مکمل اظہارِ اعتماد کیا!

ملک میں نظام شریعت کے نفاذ کا عہد

لاہور جس سے بیشتر منسوب روایات مشہور و معروف ہیں۔ کہا اور سنا یہ بھی جاتا ہے۔ کہ یہ پاکستان کا دل ہے اور صاحبو! دل کی خاصیت بھی آپ کو معلوم ہے۔ کہ کچھ بھی ہو لیکن یہ بیچارا ہر لحظہ اور ہر لمحہ دھڑکتا رہتا ہے کیونکہ زندگی اس کے دھڑکنے سے عبارت ہے جہاں اس نے حرکت بند کی وہیں اس کے قالب کی دنیا تبدیل ہوگئی۔ لیکن پاکستان کا یہ دل گزشتہ چھ برس سے حالت سکون میں تھا۔ اور شاید دھڑکنے کی عادت سے نا آشنا ہی ہوا چاہتا تھا۔ لیکن پاکستان کی سخت جانی ملاحظہ فرمایئے کہ پھر بھی زندہ ہے۔ اور زندہ رہے گا۔ کیونکہ اس کی زندگی میں لاکھوں ماؤں کے سپوت نیزوں کی انی پر اچھالے گئے۔ ہزاروں سہاگ اس کی سالمیت کی بھینٹ چڑھائے گئے بیشمار ماؤں اور بہنوں کی عصمتوں کے نذرانے دیئے گئے۔ اسی لئے آج تک کئی آمر ذاتی اقتدار و مفاد پر اس کی سالمیت و فلاح کو قربان کرنے کے درپے ہوئے لیکن کم از کم اب تک تو ان عصمت دریدہ ماؤں اور بہنوں کے طفیل شہداء کے شفق در رنگ لہو کی تابانی کے صدقے، علماء ربانی کی دعاؤں، ملت اسلامیہ کی یکجہتی اور رہنمایان قوم کی فراست کی بدولت یہ ملک آج بھی نقشہ عالم پر ایک نظریاتی اسلامی مملکت کی حیثیت سے نقش ہے۔

بات دل اور لاہور کی مناسبت کی ہو رہی تھی تو محترم قارئین موجودہ حکومت جس کی آمرانہ اور غیر دانشمندانہ پالیسیوں سے یہ پیارا پاکستان ایک جیل خانہ کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ اور دل کا اس قالب کے تمام اعضاء مجروح و فالج زدہ ہو چکے تھے۔ یکایک ملک کے سرکردہ راہنماؤں نے مل کر ملت اسلامیہ کی۔ آمریت کی بندھن سے نکالنے کے لئے "پاکستان قومی اتحاد" کی ناؤ تیار کی۔ جس کے ناخدا ملک کے معروف راہنما حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ہیں

قوم کا یہ اعتماد حضرت مفتی صاحب کے جذبۂ حب الوطنی کو زبردست خراج تحسین ہے۔ بات پھر طویل ہو گئی حالانکہ قصہ لاہور اور دل کا تھا۔ تو قارئین کرام! پاکستان قومی اتحاد کے راہنماؤں نے پاکستان کے دل میں پھر حرکت پیدا کی۔ اور ۶ فروری کو اس دل کی حرکت شروع ہوگئی۔ جو اس بات کی علامت ہے کہ پاکستان کی زندگی میں تازگی پیدا ہوگئی ہے۔ اور ۶ فروری کو لاہور کے کوچہ و بازار عجیب سماں پیدا کر رہے تھے۔ شہر کا ہر باسی چہرے پر ایک عجیب مسکراہٹ اور ولولہ لئے نظر آتا ہے۔ آج پاکستان قومی اتحاد کے راہنما لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ اور قوم ہے۔ کہ ان کے لئے بے تاب نظر آتی ہے جلسہ ناصر باغ جسے عرف عام گول باغ کہا جاتا ہے۔ میں ہونا قرار پایا۔ ناصر باغ ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ سوچا کہ کسی دوست سے راستہ معلوم کر کے یا سواری پر چلے جائیں گے لیکن دفتر سے باہر جو نکلے تو محسوس ہوا کہ لاہور کے گلی کوچے کیا تمام شاہراہیں جیسے ایک ہی سمت رواں دواں ہیں۔ جگہ جگہ نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ چاروں طرف سبز پرچم نوستاروں کے ساتھ لہراتے نظر آتے ہیں۔ اور یقین کیجئے۔ کہ ہم بغیر کسی سے راستہ معلوم کئے اور بغیر سواری خود بخود بہتے جانے کیسے ناصر باغ پہنچ گئے۔

ہوا یوں کہ دفتر سے جو نکلے آواز سنائی دی کہ جیتے گا بھئی! جیتے گا بھئی ہمارا جیتے گا مرد مجاہد، مرد قلندر، عبیداللہ انور عبیداللہ انور کل بھی مفتی جیتا تھا۔ آج بھی مفتی جیتے گا۔ اور پھر یہاں تک کہ کل بھی بھٹو ہارا تھا۔ اور آج بھی بھٹو ہارے گا۔ شاید لوگوں کے دلوں میں خوف سرکار نہیں رہا۔ بہر حال یہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔

شاید یہ جلوس تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سر ہی سر نظر آرہے تھے۔ بازار اپنی وسعت کے باوجود تنگ دامنی کا اظہار کرنے لگے۔ یہ جلوس مولانا عبیداللہ انور صاحب کا تھا۔ جو کہ اس حلقہ سے قومی اتحاد کے امیدوار ہیں۔ جلوس کی قیادت، بلوچستان قومی اتحاد کے صدر حاجی محمد زمان اچکزئی فرما رہے تھے۔ جلوس خدا جانے کہاں کہاں سے گزرتا گیا۔ خلقت تھی کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر شامل جلوس ہوتی رہی۔ بہر حال ۹ بجے صبح کے نکلے ہوئے ہم بھی قریباً ساڑھے بارہ بجے ناصر باغ پہنچ ہی گئے وہاں جو دیکھا تو صاحب آدم زاد کے علاوہ کوئی چیز نظر نہیں پڑتی تھی۔ بہر حال گرتا پڑتا، پھنستا، گھستا ہم سا سنگل پسلی کا آدمی بھی سٹیج سے ذرا فاصلے پر دیوار آدم میں چنا گیا۔ سپیکر کے ہارن سننے کی کوشش کے باوجود کم از کم ہم تو سن نہ سکے۔ اور جناب افراد کی تعداد تو ہمارے کیا کسی کے بھی بس کا روگ نہ تھی۔ اخبارات جن پر آج کل سرکار کا تسلط ہے نے قیاس کیا ہے۔ کہ تقریباً پانچ لاکھ افراد بقائم ہوش و حواس موجود تھے۔ دس فٹ بلند سٹیج پر قائدین فروکش تھے۔ جب کہ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب ابو سعید انور صاحب انجام دے رہے تھے۔ انتظامات پر بیلچہ بردار خاکسار مامور تھے۔

سب سے پہلے مسلم کانفرنس کے جناب سردار سکندر حیات خاں نے تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ حکمران پارٹی نے آزاد کشمیر کو وسیع جیل خانے میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور خواجہ خیر الدین، افتخار تاری چودھری ارشاد احمد کو دلائی کیمپ میں قید کیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت کشمیر کو تقسیم کرنے کے درپے ہے۔ جب کہ ہم یہ کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ ہم نے آزاد کشمیر میں اسلامی قوانین نافذ کئے تھے۔ آزاد کشمیر اسمبلی نے سب سے پہلے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی منظوری دی تھی

جمعہ کو چھٹی کی تھی۔ زکواۃ اور عشرہ کا نظام نافذ کیا تھا۔ اسی جرم میں ہماری حکومت کو ختم کیا گیا۔ اور سردار عبدالقیوم کو گرفتار کیا گیا۔ لیکن آج یہ حکومت خود یہ کام کر کے اپنی اسلامی خدمات گنوا رہی ہے۔ ان کے بعد خاکسار تحریک کے قائد مسٹر اشرف خاں صاحب یوں گویا ہوئے۔ کہ موجودہ حکومت نے جمہوری عمل کو رد کیا ہے۔ اور ملک کو معاشی بدحالی کا شکار کیا ہے۔ لہٰذا اس حکومت سے نجات حاصل نہ کی گئی تو ملک قحط سے دوچار ہو جائے گا۔ ان کے بعد جناب ملک قاسم صاحب تشریف لاتے ہیں۔ اور نعروں کی گونج میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہم نے یہ کہہ کر کہ ہم انتخابات میں حصہ نہیں لیں گے حکومت کو دھوکا دیا ہے۔ کیونکہ اگر ہم یہ اعلان نہ کرتے اور شروع ہی میں اتحاد کا اعلان کر دیتے۔ تو یہ حکومت کبھی بھی انتخابات کا اعلان کرتی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اشتعال اور کشیدگی کی بات نہیں کرینگے۔ ساری قوم ہمارے ساتھ ہے۔ ملک قاسم نے اعلان کیا کہ اگر ہم برسر اقتدار آ گئے۔ تو ملک میں عدل و انصاف کا نظام قائم ہوگا۔ اور ہر ظالم پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ اور اخبارات کو مذہب اور ملک پر تنقید کے علاوہ مکمل آزادی ہوگی۔

ان کے بعد جونہی سٹیج سے بیگم نسیم ولی خاں کا اعلان ہوا۔ فضا دیر تک تالیوں کی گونج سے لذت آشنا ہوتی رہی۔ بالآخر انہوں نے اپنی تقریر شروع کرتے ہوئے کہا۔ کہ آج کے اجتماع کو دیکھ کر یقین ہو گیا ہے۔ کہ قوم متحد ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو صاحب کو چاہیئے۔ کہ وہ اس بات کو تسلیم کر لیں کہ آج ایک طرف وہ ہیں۔ اور دوسری طرف ساری قوم ہے۔ اور بیگم صاحبہ نے کہا۔ کہ اگر انہیں یہ خیال ہوتا۔ کہ قوم متحد ہو جائے گی۔ تو وہ انتخابات کرانے کی غلطی نہ کرتے۔

انہوں نے کہا کہ اخبارات میں پانچ سالہ کارنامے بیان ہو رہے ہیں۔ کہ کارناموں کا تذکرہ عوام پر چھوڑ دیں۔ جنہوں نے سب کچھ محسوس کیا ہے۔ اگر کارنامے دیکھنے ہوں۔ تو کراچی کی شاہراہوں کو دیکھو جہاں مزدوروں کا خون بہایا گیا۔ سرحد اور بلوچستان کے نوجوانوں کو دیکھو جن پر ظلم و تشدد کیا گیا۔ لاہور کے طلباء سے پوچھو جن کو سر بازار ننگا کیا گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ حکمران جماعت نے تلوار سے ملک، جمہوریت اور شرافت کو قتل کیا ہے۔ اور ان پر اس تلوار کو تیز کر رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ یہ تلوار خود ان کی گردن پر چلے گی۔ بیگم ولی خاں نے کہا۔ کہ ہم پر غداری کا الزام لگایا گیا ہے۔ لیکن ملک کو کس نے دو ٹکڑے کیا؟ (مجمع بیک آواز ہو کر کہتا ہے بھٹو نے)

ہم پر تو الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ ہم غداری کر رہے ہیں۔ لیکن جو لوگ غداری کر چکے، ملک کو دولخت کر چکے ان کو کیا کہا جائے (مجمع کہتا ہے۔ غدار غدار) پھر کہتی ہیں۔ کہ اگر ہمت ہے تو حمود الرحمان کمیشن رپورٹ شائع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے ہر جابر کے سامنے حق بات کہی ہے۔ ہر جابر کا دامن پکڑا ہے۔ ہم نے کبھی کسی سے قوم کی سودا بازی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ میں چودھویں کا چاند ہوں۔ حالانکہ اس چاند کو اب گرہن لگ چکا ہے۔ اب ان کی قسمت کے اندھیرے کو کوئی اجالے میں تبدیل نہیں کر سکتا۔ (مجمع سے تالیاں پھر بلند ہوتی ہیں) جب قوم جاگتی ہے تو غداروں کے نصیب سو جاتے ہیں۔ اور جب قوم جاگتی ہے۔ تو تقدیر سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔ قوم کا اتحاد دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے۔ کہ خدا نے ہمارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور خدا نے ملک کے حالات اور معاشرہ بدلنے کا ایک اور موقع دیا ہے۔ اگر یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔ تو خدا معاف کرے گا نہ قوم اور نہ ہی تاریخ ہمیں معاف کرے گی۔ انہوں نے کہا۔ کہ عوام جاگ اٹھے ہیں۔ اور جب کوئی جاگ اٹھے تو اس گھر پر ڈاکہ ڈالنا مہنگا سودا ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ حکمران جماعت نے پانچ سال میں پچیس سال کی خرابیاں پیدا کی ہیں۔

انہوں نے اہل لاہور کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ پنجاب پاکستان کا دل ہے۔ اور لاہور پنجاب کا دل ہے۔ اور جب دل دھڑکتا ہے۔ تو زندگی پیدا ہوتی ہے۔ اب پنجاب اور لاہور جاگ اٹھا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ۔ جب بھی کوئی تحریک لاہور سے اٹھتی ہے۔ تو وہ منزل مقصود تک ضرور پہنچتی ہے (نعرے اور تالیاں)

انہوں نے کہا کہ ہمارا ماضی گواہ ہے۔ کہ ہم نے کبھی عوام سے دھوکا نہیں کیا۔ قربانیاں دی ہیں۔ جاگیریں ضبط کروائی ہیں۔ (مجمع سے نعرے بلند ہوئے کہ ولی خاں کو رہا کرو، سیاسی اسیروں کو رہا کرو) مسز ولی خاں کہتی ہیں۔ وہ کیا رہا کریں گے ولی خاں کو آپ رہا کریں گے۔ (تالیاں) انہوں نے کہا۔ کہ ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایک بار پھر وعدہ کرتے ہیں۔ کہ کبھی قوم کے مفاد پر سودا نہیں کریں گے آئندہ بھی اگر کوئی جابر، ڈکٹیٹر ہوا۔ تو ہمارا ہاتھ ہوگا۔ اور اس کا گریبان تالیاں پھر بلند ہوتی ہیں

اسی اثناء میں ایک اور عظیم جلوس شامل جلسہ ہوتا ہے اس جلوس کی قیادت جناب اصغر خاں صاحب کر رہے تھے یکایک مجمع سے نعرے بلند ہوتے ہیں۔ نعرے تھمتے ہی تو جناب شیر باز مزاری تشریف لاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جمہوریت، شرافت اور انسانیت کے لئے جس تحریک کا کراچی سے آغاز ہوا تھا۔ آج وہ قافلہ لاہور پہنچا ہے۔ آج پورے ملک کی نظریں لاہور اور پنجاب کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ پنجاب ہی نے اس جماعت کو حکومت بخشی تھی۔ اور پنجاب ہی اس کو علیحدہ کر سکتا ہے۔ (نعرے اور تالیاں)

انہوں نے کہا کہ بھٹو صاحب نے وزیر اعلیٰ پنجاب کو میرے پاس بھیجا کہ میں پیپلز پارٹی میں شامل ہو جاؤں۔ لیکن میں نے ان کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ (پھر نعرے بلند ہوتے ہیں) انہوں نے کہا کہ مجھے کہا جاتا ہے کہ میں اپنا گھر ڈیرہ غازی خاں چھوڑ کر کراچی سے الیکشن لڑ رہا ہوں۔ حالانکہ میں گزشتہ بیس برس سے کراچی میں آباد ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میرے آباؤ اجداد انگریزی سامراج سے لڑتے رہے۔ اور انہوں نے کوئی خطاب قبول نہیں کیا۔ بلوچستان کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ کہ فوج کی وجہ سے وہاں کے عوام نقل مکانی کر گئے ہیں۔ قومی اتحاد اقتدار میں آ کر بلوچستان کے انتخابات منسوخ کر کے دوبارہ انتخاب کرائے گا۔ ان کے بعد میاں طفیل محمد صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ آج پھر تحریک پاکستان کا زمانہ آگیا ہے۔ عوام پاکستان اور اسلام کے خیر خواہ ہیں۔ اور اتحاد کے قیام پر خوش ہیں۔ میاں صاحب نے کہا۔ کہ پیپلز پارٹی کو اپنی انتخابی مہم کے لئے بھی ووٹر نہیں مل رہے ہیں۔ بلکہ کارخانوں کے مزدوروں کو

زبردستی پیپلز پارٹی کی انتخابی مہم میں ملوث کیا جا رہا ہے۔
انہوں نے کہا کہ سات اور دس مارچ کو سیاسی میدان سے پیپلز پارٹی کا جنازہ نکل جائے گا۔ (تالیوں کا شور بلند ہوتا ہے۔)

وہ کہتے ہیں کہ بلامقابلہ منتخب ہونیوالوں کی نشستوں پر بھی انتخاب منعقد کیا جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ سودی نظام اور حکومت کے بے تحاشا ٹیکس کی بنا پر قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ بجلی اور قدرتی گیس اور تیل پر بھی حکومت کئی گنا منافع شامل کر کے مہنگائی بڑھا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسے وعدے نہیں کرتے جو پورے نہ ہو سکیں۔

جناب نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا کہ دوران انتخاب جلسوں کی اجازت ہونا جمہوریت کی علامت نہیں۔ پاکستان میں چھ سال سے زبان و تعلیم پر پہرے لگے ہوئے ہیں۔ بقول بہادر شاہ ظفر مرحوم:

بات کرنا مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

نواب صاحب نے اپنی تقریر کو جا بجا اشعار سے مرصع فرمایا اور درج ذیل مصرع کو مقطع بنایا:

ع: بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی۔

پاکستان قومی اتحاد کے سیکرٹری جنرل جناب رفیق احمد صاحب باجوہ نہ صرف ایک کامیاب قانون دان ہیں، بلکہ بہترین مقرر بھی ہیں، انہیں مجمع کی نبض پر ہاتھ رکھنا اور ان کے جذبات کا استعمال بھی آتا ہے۔

انہوں نے پاکستان قومی اتحاد کے منشور سے متعلق بتایا کہ پرسوں آ جائے گا اور تلخیص یہ ہوگی کہ پاکستان میں وہی کچھ ہوگا جو خالق کائنات چاہیں گے اور جو نہیں چاہیں وہ نہیں ہوگا۔ (مجمع سے مرحبا اور آفرین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں)

جناب مولانا شاہ احمد نورانی صاحب نے وزیراعظم کو کہا کہ اب آپ قوم کو مزید ذلیل نہیں کر سکتے کراچی کے جلسہ عام میں وزیراعظم نے قوم کو گالیاں دی ہیں۔! ہم انشاءاللہ ملک سے اس کے اقتدار کا خاتمہ کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ کہا جاتا ہے شائستہ زبان استعمال کرو، لیکن وزیراعظم خود گالیاں دیتے ہیں۔! کیا یہ ان کی شائستہ زبان ہے؟

مولانا نورانی کے بعد شاہین ملت جناب اصغر خان صاحب کا نام لیا گیا تو مجمع نعروں سے گونج اٹھا۔

ائیر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان نے کہا کہ:

کہا جاتا ہے کہ اپوزیشن اکٹھا نہیں ہو سکتی لیکن ہم نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ پھر کہا گیا کہ: سیٹوں پر جھگڑا ہوگا، لیکن آپ نے دیکھا کہ ایسی بھی کوئی بات نہ ہوئی اور اب کہتے ہیں کہ حکومت نہیں چلا سکتے، وزارتوں پر جھگڑا ہوگا۔ لیکن ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم محض کرسی کے لیے نہیں لڑ رہے، بلکہ ہم ظلم و جبر اور بے انصافی کے خلاف لڑ رہے ہیں اور انشاءاللہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔ ظالموں اور جابروں سے حساب لیا جائیگا انہیں فرار نہیں ہونے دیا جائے گا۔

(تالیاں، نعرے)

ائیر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان کی تقریر کے بعد پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود صاحب کا نام لیا گیا تو مجمع فرط جذبات سے بے قابو ہو گیا اور دیر تک فضا نعروں سے گونجتی رہی۔

کل بھی بھٹو ہارا تھا
آج بھی بھٹو ہارے گا
کل بھی مفتی جیتا تھا
آج بھی مفتی جیتے گا!

نعروں کا سیلاب تھا کہ تھمنے میں نہ آتا تھا۔ بالآخر حضرت مفتی صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد اپنا خطاب شروع کیا۔

مفتی صاحب نے فرمایا:

"لاہور کا یہ عظیم تاریخی اجتماع اس بات کی دلیل ہے کہ عوام اس "قائد عوام" سے بیزار ہو چکے ہیں اب عوام ان سے بیزار ہو چکے ہیں۔ چھ سال تک ظلم و جبر کی چکی میں پسنے والے عوام نے اب سکھ کا سانس لیا تو سڑکوں پر نکل آئے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

مفتی صاحب نے کہا:

کہا جاتا ہے کہ قومی اتحاد نے اپنا انتخابی نشان "ہل" لیا ہے جبکہ اب ہل کا نہیں ٹریکٹر کا دور ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ ابھی تک پاکستان میں "ہل" مستعمل ہے جب کہ ٹریکٹر بہت کم لوگوں کو میسر ہیں، لیکن آپ نے ایٹم بم کے دور میں تلوار کا نشان کیوں لیا ہے؟ پھر نعرے بلند ہوتے ہیں "جیتے گا جیتے گا، ہل ہمارا جیتے گا"

مفتی صاحب نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ:

"ہل آبادی کی علامت ہے، جبکہ تلوار ہلاکت و بربادی کی علامت ہے"

پھر نعرے:

پیر دبا کر زور لگا دو
ہل چلا دو ہل چلا دو

مفتی صاحب نے کہا کہ:

ایک درباری مُلّا نے ہمیں چیلنج دیا ہے کہ میں اور مودودی صاحب مزار قائداعظم اور داتا صاحب پر حاضر ہو جائیں تو وہ سیاست سے دستبردار ہو جائیں گے۔ میں نے اس کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ (تالیاں نعرے)

لیکن وہ پہلے اپنے حلقہ انتخاب سے دستبرداری کا پروانہ مجھے دیں تو میں ان کے ساتھ مودودی صاحب کو لے کر دونوں مزارات پر جاؤں گا۔

(نعرے ہی نعرے)

حضرت مفتی صاحب کی تقریر کے بعد جلسہ اختتام کو پہونچا۔ جلسہ کے خاتمہ پر نکلنے کے لیے ہجوم اس قدر تھا کہ ایک گھنٹہ سے پہلے نہ نکل سکے۔ عوام تھے کہ قائدین پر بچھ بچھ جاتے اور ایک عظیم جلوس کی صورت اختیار کر لی گئی جو مختلف اطراف کی طرف نئے جوش اور نئے ولولوں کے ساتھ رواں دواں تھا۔ ہم جب مال پر نکلے تو محسوس ہوا کہ شاید لاہور سونے گھر کی مانند تھا جس کے مکین ابھی ابھی داخل ہوئے ہوں۔

چٹ پر سرخ نشان
چندہ ختم ہونیکی علامت ہے

قوم کی معاشی بدحالی کا یہ حال ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کا پیٹ نہیں پال سکتا

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود کا پشاور میں پریس کانفرنس سے خطاب

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب گذشتہ دنوں پشاور تشریف لائے صوبائی دفتر میں جماعتی کارکنوں کے ساتھ گھل مل کر باتیں کیں۔ اور مختلف سوالوں کے جوابات دیئے۔ رات ۸ بجے جامع مسجد گل بہار کالونی نمبر ۲ پشاور میں جمعیۃ علماء اسلام پشاور کے امیر مولانا محمد امیر بجلی گھر کی صدارت میں منعقدہ ورکرز میٹنگ سے خطاب فرمایا۔ نائب امیر مولانا محمد دین نے مفتی صاحب کو خوش آمدید کہا۔ قائد محترم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور نظام بہتر ہے تو وہ مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں سوشلسٹ ہوں اور پھر وہ سوشلزم کو ناقص جانے تو وہ سوشلسٹ نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح کوئی کمیونسٹ اپنے کمیونزم کو مکمل ضابطہ حیات اور ہمہ گیر دین نہ سمجھے تو وہ بھی کمیونسٹ نہیں کہلا سکتا۔ اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص خدا کو مان کر شیطان کی تابعداری کرے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں نے نعرہ لگایا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ دعوئے اسلام کا کیا لیکن ۳۰ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہاں اسلام کی حکمرانی نہ ہوئی یہی فرنگی کا نظام چلتا رہا۔ ہمیشہ انتظامیہ اور عدلیہ کو فرنگی کے کالے قوانین سے آلودہ رکھا گیا۔

انہوں نے کہا کہ آج ہر قسم کی اصلاحات کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ کبھی اقتصادی اصلاحات کبھی معاشی کبھی اخلاقی و معاشرتی اور کبھی زرعی اصلاحات۔

لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہر لحاظ سے ملک تباہ اور مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔ بے حیائی عام ہے مخلوط نظام تعلیم نے ہماری ماؤں بہنوں کے اخلاق کا جنازہ نکال دیا ہے۔ کھلے بندوں عورتوں پر جسمانی مظاہرے کرائے جا رہے ہیں۔ دینی درسگاہوں سکول اور کالجوں میں سارا سال لڑکے اور لڑکیاں مارچ پاسٹ میں گزار دیتی ہیں۔

کروڑوں روپے کی امداد کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔ لیکن قوم کی معاشی بدحالی کا یہ حال ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کا پیٹ تک نہیں پال سکتا۔ گرانی نے لوگوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ایک طرف تو حکومت خود کو تیار کر کے انتخابات کرا رہی ہے لیکن دوسری طرف جمہوریت کا گلا گھونٹ کے رکھ دیا گیا ہے۔ حزب اختلاف کو ریڈیو اور ٹی وی پر تقریر کی اجازت نہیں دی جاتی۔ سیلاب زدگان اور زلزلہ زدگان کے لیے جو رقم بیرونی ممالک سے ہاتھ پھیلا کر لی تھی۔ آج اس رقم اور امداد کی سوزوکیاں موٹر سائیکلیں اور بائیسکلیں خرید کر انتخابی مہم کے لیے پیپلز پارٹی کے کارکنوں میں تقسیم کی جا رہی ہیں آج ملک میں صرف بلیک مارکیٹیے۔ پرمٹ اور ڈپو ہولڈر ہی خوش ہیں۔ باقی قوم غربت کی چکی میں پسی جا رہی ہے۔ انہوں نے آخر میں کارکنوں کو تلقین کی وہ پوری دلجمعی اور ثابت قدمی کے ساتھ انجام کا خیال اور فکر کئے بغیر دن رات اسلام کی خدمت کریں۔ آخر میں یہ ورکرز میٹنگ مفتی اعظم زندہ باد پاکستان کا چاند تارہ مفتی ہمارا مفتی ہمارا کے نعروں کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اور پشاور جمعیۃ کے جیالے کارکن جلوس کی شکل میں پوری کالونی کا چکر کاٹ کر نعرے لگاتے ہوئے گھروں کو واپس ہوئے۔

پریس کانفرنس

اگلے روز یعنی ۴ جنوری کو تقریباً ساڑھے گیارہ بجے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ نے حاجی عبدالعزیز خازن جمعیۃ علماء اسلام ضلع پشاور کے مکان پر ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ پریس کانفرنس میں صوبہ سرحد جمعیۃ کے امیر مولانا محمد ایوب جان بنوری متحدہ محاذ صوبہ سرحد کے سیکرٹری مولانا ڈاکٹر سید فدا حسین شاہ اور بلوچستان جمعیۃ کے جنرل سیکرٹری محمد زمان خان اچکزئی بھی موجود تھے۔

قائد محترم نے پریس کے نمائندوں کے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ

(۱)

کینیڈا نے کراچی کے ایٹمی بجلی گھر کے لیے ایندھن وغیرہ دینے سے جو انکار کیا ہے وہ ہماری خارجہ پالیسی کی کمزوری کی علامت ہے۔ انہوں نے کہا کہ خارجہ پالیسی اتنی کامیاب نہیں تھی کہ اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے ایک موقعہ پر قومی اسمبلی میں خارجہ پالیسی پر بحث کرنا چاہی تھی لیکن وزیر اعظم اس مسئلے پر گریزاں ہیں اور اس کے لیے وقت نہیں دیتے

(۲)

انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ان کے اور مسٹر بھٹو کے درمیان کسی سیاسی لیڈر کو وزیر اعظم بنانے کے سلسلے میں کوئی بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ دراصل وزیر اعظم نے باتوں باتوں میں یہ کہا تھا کہ جو آدمی وزیر اعظم بننا چاہتا ہے اسے وزیر اعظم کیوں نہیں بناتے تو میں نے جواب دیا تھا کہ یہ ایک لمبی بات ہے جو اب ختم ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کے علاوہ اس معاملے میں کوئی اور سوال جواب ہوئے ہی نہیں۔ لیکن بھٹو صاحب نے یہ کہانی سنا کر اپوزیشن کا مذاق اڑانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ تاہم میں اس کی پرزور تردید کرتا ہوں۔

(۳)

ایک اور سوال کے جواب مولانا مفتی محمود نے کہا کہ خان قیوم عملی طور پر حکمران جماعت کے ساتھ ہیں۔ لیکن جلسوں

باقی صفحہ ۱۶ پر

تحریر: عتیق الرحمٰن صدیقی. ایم اے۔

حکیم محمد عبدالسلام : اپنی ذات میں انجمن

ہر روز کتنے ہی لوگ مرتے ہیں اور مٹی میں مل کر وہ مٹی ہو جاتے ہیں مگر ان کا کوئی بھی نام لیوا نہیں ہوتا مگر کچھ لوگ مر کر بھی نہیں مرتے بلکہ انہیں ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔ یہ زندگی انسان کی رفعت و عظمت اور شرافت و تمکنت سے عبارت ہوتی ہے۔ یہ انہی لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جنہوں نے اپنی توانائیوں اور صلاحیتوں کو ملک و ملت کی بھلائی میں صرف کیا ہوتا ہے اور اسی راہ کی صعوبتوں اور دشواریوں کو صبر و ہمت کے ساتھ برداشت کر کے ایک قابل تقلید مثال کی نیو رکھی ہوتی ہے۔ ہری پور شہر کی ہریالی بستی کے باسی حکیم محمد عبدالسلام ایسے ہی عظیم لوگوں میں سے ایک تھے۔ ان کی ستر سالہ زندگی کا ساتواں حصہ آہنی سلاخوں کے پیچھے گزرا۔ اس لئے نہیں کہ ان سے کوئی گناہ سرزد ہوا تھا۔ بلکہ اسی بناء پر کہ وہ فرنگی سلطنت کو ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے اور انگریزوں کے جور و استبداد کے سامنے کبھی بھی جھکنے کے روادار نہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ غلامی میں تو قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے اور ناخوب بتدریج خوب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے آزادی کی نیلم پری کے حصول کے لئے سرگرم عمل ہونا لازمی ہے۔

حکیم محمد عبدالسلام ہری پور سے تین میل پر ایک گاؤں میر پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولانا محمد دین جید عالم دین اور مجاہد صفت بزرگ تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے تعلیم کے حصول کی خاطر گھر سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ مختلف دینی مدرسوں سے کتابیں پڑھنے کے بعد علم طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم طب کی تکمیل کے بعد ۱۹۲۶ء میں ہری پور میں مطب کا آغاز کیا۔ اور اسی سال ان کے مطب میں کانگریس کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۲۸ء میں ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ حکیم صاحب اپنی متحرک شخصیت کے باعث جلد ہی ممتاز مقام پر فائز نظر آئے۔ وہ سرحد کانگریس کمیٹی کے صدر اور آل انڈیا کانگریس کی مجلس عاملہ کے رکن چن لئے گئے۔ وہ کئی بار گرفتار کئے گئے۔

۱۹۲۹ء میں انہیں اس لئے پابند سلاسل کیا گیا کہ انہوں نے سبھاش چندر بوس کو ملک سے فرار ہونے میں مدد دی تھی۔ چنانچہ انہیں ساڑھے تین سال کے لئے دیولی کیمپ (راجپوتانہ) میں نظر بند کر دیا گیا۔ اور رہائی کے بعد تین سال تک ہری پور میں پابند مسکن رکھا گیا۔ حکیم صاحب نے طبع سلیم پائی تھی۔ اس لئے انہوں نے کچھ عرصہ بعد کانگریس کی ہندوانہ پالیسی کے خلاف احتجاجاً استعفیٰ دے دیا اور مجلس احرار اسلام سے منسلک ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ تک مجلس احرار اسلام کے صوبائی صدر رہے۔ قیام پاکستان کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور ۱۹۵۱ء کے صوبائی انتخابات میں مسلم لیگی امیدوار کی حیثیت سے حصہ بھی لیا۔ مگر برسر اقتدار طبقہ کی گڈ بک میں نہ ہونے کی بناء پر کامیاب نہ ہو سکے۔ حکیم صاحب ایک زیرک و فہیم سیاست دان تھے۔ عیاری اور مکاری سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا اس لئے انہوں نے ایسی سیاست سے اپنا دامن جھٹک لیا جو مکر و فریب اور دسیسہ کاری سے عبارت ہو۔ انہوں نے سکوت میں عافیت سمجھی۔ مگر ان کی حساس طبیعت انہیں کب چین سے رہنے دیتی تھی۔ اس لئے وہ خدمت اسلام کی خاطر علماء حق سے وابستہ رہ کر کام کرتے رہے۔ چنانچہ وفات سے قبل وہ جمعیۃ علماء اسلام ہزارہ ڈویژن کے امیر تھے۔ حکیم صاحب بحر سیاست کے شناور تو تھے ہی مگر اس کے ساتھ نامور طبیب بھی تھے۔ اپنی حذاقت و فراست کی بدولت طبی دنیا میں انہیں ایک منفرد مقام حاصل رہا۔ ۱۹۵۸ء میں وہ گورنمنٹ طبی بورڈ کے ممبر نامزد ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں دوبارہ قرعہ فال انہی کے نام پڑا۔ اور حکومت نے انہیں ممبر نامزد کر لیا۔ تیسری بار انہوں نے اطباء کی مقبول جماعت پاکستان طبی کانفرنس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا۔ اور تقریباً اٹھارہ ہزار ووٹ لے کر بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ اور اپنی طبی صلاحیتوں اور جاذب نظر شخصیت کی بدولت مرجع عام و خاص رہے۔ دور دور سے لوگ ان کے مطب میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔

حکیم صاحب متنوع اور بوقلموں صفات کے حامل تھے۔ سیاسیین کے حلقہ میں بالغ نظر سیاستدان کی طرح سیاست کے اسرار و رموز بیان فرماتے۔ علماء کی مجلس میں دینی مسائل کی گتھیاں سلجھاتے۔ طبیبوں میں تشخیص و تجویز کے مراحل سے گذر رہے ہوتے زمینداروں میں ایک زمیندار کی مانند زمین کے مسائل پر گفتگو کرتے صوفیا میں سلوک کی منزلیں طے کرتے دکھائی دیتے اور عام لوگوں سے ان کے مزاج و طبیعت کے مطابق کلام فرماتے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ ان میں اتنی خوبیاں تھیں کہ اپنے و بیگانے بڑے اور چھوٹے امیر و غریب بھی انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ نہایت وجیہہ اور پرشکوہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے خوبصورت چہرے پر مسکراہٹ بکھری ہوتی تھی۔ وہ ماتھے پر شکن ڈال کر بات کرنے کے عادی نہ تھے۔ بلکہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے

ان کی طنز میں لطیف تر چھبن ہوتی اور ظرافت میں مزے کی چاشنی ہوتی وہ بات سے بات پیدا کر لیتے۔ وہ دوستوں کے دوست تو تھے ہی مگر دشمنوں کے دوست بھی تھے وہ اپنے مخالف کو جانتے ہوئے بھی اس کا احترام کرتے اور کسی کی یاوہ گوئی کو خاطر میں نہ لاتے۔ وہ دستر خوان کو کشادہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ دستر خوان پر اکیلے بیٹھنا انہیں گوارہ نہ تھا۔ سیاسی لیڈروں کی آمد ہوتی یا علماء کی مجلس ہوتی سبھی لوگ حکیم صاحب کے دولت کدہ پر جمع ہوتے آپ اس خلوص سے مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے کہ سب کے دلوں میں گھر کر لیتے۔

حکیم صاحب مرحوم صوم صلوٰۃ کے نہایت پابند تھے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ صبح سویرے اٹھتے نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیر تک تسبیح میں مصروف رہتے اور باقاعدگی سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے تھے اور مختلف تفاسیر زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے وہ دن بھر مطب میں رہتے اور سر شام دکان بند کر کے گھر آجاتے سونے سے پہلے اخبار و رسائل اور کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتے تھے وہ بزرگوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ اور چھوٹوں سے شفقت و پیار سے پیش آتے تھے۔ وہ اپنے کردار کی بلندی اور اپنے بے داغ سیاسی ماضی کی بدولت حکمرانوں کے ہاں بھی احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر حکیم صاحب اپنی ذات اور اپنے خاندان کے لئے کبھی کوئی فائدہ حاصل کرنے کے روادار نہ رہے۔ وہ ارباب اقتدار کے ہاں جانے سے گریز کیا کرتے تھے وہ خوددار تھے اور خودی کی خلوتوں میں مصطفائی کے متلاشی تھے خوشامد اور کاسہ لیسی سے انہیں دور کی بھی نسبت نہ تھی۔ وہ عزت نفس کے محافظ تھے اور آخری دم تک بر تمام و کمال انہوں نے عزت نفس کی پاسبانی کی۔ وہ اپنے نظریات اور افکار و خیالات میں نہایت پختہ تھے۔ اور کوئی بھی ماں جایا انہیں اپنے نظریات سے سرکا نہ سکتا تھا اور نہ کبھی اقتدار کا جبروت انہیں مصلحت کوش بنانے میں کامیاب ہو سکا۔ وہ ایسے قلندر تھے۔ جن کا سرمایہ جز دو حروف لا الہ کچھ بھی نہ تھا۔ ان کے مطب میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ وہ جسمانی مریضوں ہی کا دار الشفاء نہ تھا۔ بلکہ سیاسی مریضوں کیلئے بھی عافیت کدہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ بیسویں صدی کے متعدد عظیم علماء اور سیاسی رہنما ہری پور تشریف لاتے اور انہیں حکیم صاحب کے دار الشفا ہی میں چین ملا۔

عیدالاضحیٰ کے دوسرے روز حکیم صاحب کی طبیعت خراب ہوئی اور صاحب فراش ہو گئے۔ دوائیں دی جاتی رہیں۔ مگر حکیم صاحب کی طبیعت بگڑتی گئی۔ اور آخر ۲۲ جنوری کو ۱۱ بجے رات انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حکیم صاحب کی دفات کی خبر سے فضا میں ایک سکتہ طاری ہو گیا۔ ہری پور کی تمام بستی افسردہ و غمگین ہو گئی۔ چہرے اداس تھے طبیعتیں مضمحل تھیں اور آنکھیں اشکبار، آوازیں رندھی ہوئی تھیں اور آہوں کا ایک دھواں تھا جو فضائے بسیط میں پھیلا ہوا تھا۔ اور حکیم صاحب کا چہرہ تھا۔ جو کہ ایمان کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ اسی عالم میں اس جسد خاکی کو دفن کر دیا گیا۔ اور برصغیر کی جدوجہد آزادی کا ایک چلتا پھرتا باب کتاب سرزخ سے جوڑ دیا گیا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بقیہ: قوم کی معاشی بدحالی

ہیں وہ اس پر تنقید کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خان قیوم اکثر جلسوں میں کہتے ہیں۔ کہ قرآن و سنت کے منافی کوئی بات نہ ہو گی۔ لیکن شاید وہ نہیں جانتے کہ ان کی یہ پالیسی بھی قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ خان قیوم حزب اقتدار میں رہیں یا الگ ہو جائیں حزب اختلاف کے ووٹوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ حزب اقتدار سے علیحدگی پر حکمران جماعت کے ووٹوں کو ضرور نقصان پہنچے گا۔

(۴)

قائد محترم نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ عام انتخابات ہونے والے ہیں لیکن حکومت نے ہر جگہ دفعہ ۱۴۴ نافذ کر رکھی ہے حزب اختلاف کو کہیں بھی کھلے بندوں عوام سے رابطہ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ لیکن حکمران جماعت کے لیے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ وہ سرکاری ذرائع کو پوری آزادی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ اور پرائیویٹ بسوں اور ویگنوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان میں دیہات سے زبردستی لوگوں کو لاد کر جلسہ گاہ تک لایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مارشل لاء کے دور میں بھی حزب اختلاف کے لیڈروں کے بیانات ریڈیو اور ٹی وی پر نشر ہوتے تھے۔ لیکن اس جمہوری دور میں اگر حزب اختلاف کا بڑے سے بڑا لیڈر فوت بھی ہو جائے تو اس کی خبر تک نشر نہیں کی جاتی۔

(۵)

انہوں نے کہا کہ حکومت پنجاب کے وعدے کے باوجود گوجرانوالہ کے مدرسہ نصرت العلوم کو واگذار نہیں کیا گیا۔ اور ۴۵ کارکنوں کے خلاف وزیر اعظم کے وعدے کے باوجود مقدمات واپس نہیں لئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم دینی مدارس میں جبری طور پر کوئی نصاب ٹھونسنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے لیے اپنا ایک بورڈ ہے جو کہ وفاق المدارس عربیہ کے نام پر کام کر رہا ہے۔ نصاب کا مسئلہ وفاق کے مشورے سے ہی طے ہو سکتا ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ حکومت جب بھی اور جس وقت بھی چاہے کسی مدرسے کا حساب و کتاب چیک کر سکتی ہے۔ صحیح حساب و کتاب رکھنے والے مدارس کو تحویل میں لینے کا حکومت کو کوئی حق حاصل نہیں

پریس کانفرنس سے فراغت کے بعد قائد محترم نے اخبار نویسوں کے ساتھ اس دعوت میں شرکت کی جو کہ حاجی عبدالعزیز خازن جمعیتہ علماء اسلام ضلع بہاولنگر نے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کی خوشی میں قائد محترم اور جمعیتہ کے احباب کے اعزاز میں دی تھی۔ بالآخر ہمارے عظیم قائد شام تقریباً ۵ بجے کی پرواز سے عازم کراچی ہوئے۔ صوبائی امیر مولانا بنوری۔ ڈاکٹر فدا حسین۔ مولانا محمد امیر بجلی گھر کی قیادت میں احباب جمعیتہ نے اپنے محبوب قائد کو رخصت کیا۔ اور الوداع کہا

کراچی حلقہ ۱۱

و پیرزادہ کی سرپرستی میں کراچی میں سرکاری غنڈوں کی دہشت گردی

و پاکستان قومی اتحاد کا ایک کارکن شہید اور بیشتر زخمی کر دیئے گئے

و مولانا قطب الدین کی حالت تشویشناک ہے

کراچی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اپوزیشن کا شہر ہے اور خصوصاً اس مرتبہ سرکاری جماعت کراچی کو TARGET (ہدف) بنائے ہوئے ہے۔ کراچی حلقہ ۱۱ قومی اسمبلی کی نشست سے وفاقی وزیر عبدالحفیظ پیرزادہ سرکاری جماعت کے امیدوار ہیں۔ جبکہ اس نشست سے پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے جمعیت علماء اسلام کراچی سنٹر کے امیر مولانا محمد ذکریا ان کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

تازہ ترین آمدہ اطلاع کے مطابق سرکاری جماعت کو قومی اتحاد کے ستارے دن ہی میں نظر آگئے ہیں اور وہ اب ان ہی شکست کو دیکھتے ہوئے اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ وہ وفاقی وزیر عبدالحفیظ پیرزادہ اپنی سرپرستی میں یہ ناٹک رچا رہے ہیں۔ اور دیگر وزراء عبدالستار گبول، عبدالوحید کٹپر اور ایک نام کے پروفیسر این۔ ڈی خان غنڈوں کی درآمد میں ان سے تعاون کر رہے ہیں

۶ فروری کا واقعہ یہ ہے کہ پاکستان قومی اتحاد کا ایک عظیم جلوس تھانہ آباد لانڈھی سے نکالا گیا۔ جس کی قیادت جمعیت علماء اسلام کراچی مشرقی کے نائب امیر مولانا قطب الدین صاحب اور صوبائی اسمبلی کے امیدوار ڈاکٹر مبین اختر نے کی۔

جلوس کی روانگی کے تھوڑی دیر بعد سرکاری پارٹی کے پالتوؤں نے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اور ایک دو جگہ حملہ آور ہونے کی کوشش بھی کی مگر ناکام رہے۔

لیکن جب جلوس کنڈیارو پہنچا جو کہ سندھیوں کا گوٹھ ہے۔ جہاں پیرزادہ صاحب خود موجود تھے۔ وہاں پر جلوس پر حملہ کیا گیا۔ ڈاکٹر مبین اختر جو کہ پاکستان قومی اتحاد کے اور صوبائی اسمبلی کے امیدوار تھے۔ جیپ پر سوار تھے۔ تیزی سے نکل گئے، لیکن مولانا قطب الدین صاحب میدان میں ڈٹ گئے اور غنڈوں کے نرغے میں آگئے۔ نہتے قاضی صاحب پر غنڈوں نے دل کھول کر تشدد کیا اور داڑھی پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے پیرزادہ کے پاس لے گئے۔ جہاں پیرزادہ نے کہا کہ " اوہ یہ تو مفتی محمود کا خاص آدمی ہے اس کو فوراً ختم کر دو" سرکاری راتب پر پلنے والے تعمیل حکم بجا لانا چاہتے تھے کہ پولیس پہنچ گئی۔ اس طرح قاضی صاحب قتل ہونے سے بچ گئے۔ قاضی صاحب کو تکلیف کی زیادتی کے پیش نظر جناح ہسپتال میں لے جایا گیا۔ لیکن انہوں نے بھی داخل کرنے سے انکار کر دیا۔

مجبوراً قاضی صاحب اپنے گھر پر ہی زخموں سے چور بستر علالت پر دراز ہیں۔ لیکن ان تمام چیزوں کے برعکس مقدمات بھی پاکستان قومی اتحاد کے کارکنوں کے خلاف قائم کئے گئے ہیں اور متعدد کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ سیٹھ عمر بلوچ صاحب اور بہت سے شرفاء کو گرفتار کر لیا گیا اور ایک بلوچ ساتھی کو شدید زخمی کر دیا۔ جو زخموں کی تاب نہ لا کر دوسرے روز خالق حقیقی سے جا ملا۔ کراچی میں وزراء کا کام صرف غنڈہ گردی اور دہشت گردی کرانا رہ گیا ہے۔ جلسہ عام میں عمومی اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومت کے مخالفین کو جتنا ہو سکے مارو ہم خود نپٹ لیں گے۔ خصوصاً حلقہ نمبر ۱۱ میں جہاں عبدالحفیظ پیرزادہ کا مقابلہ مولانا محمد ذکریا کر رہے ہیں۔ سرکاری گماشتوں کو اپنی شکست نظر آنے لگی ہے تو بوکھلا اٹھے ہیں۔ مولانا محمد ذکریا نے اعلان کیا ہے کہ وہ سرکاری غنڈوں کی دہشت گردی سے مرعوب نہیں ہوں گے۔

ایک اور اطلاع کے مطابق بھینس کالونی میں قومی اتحاد کے کارکنوں پر سنگباری کی گئی۔ لیکن بعد ازاں مولانا ذکریا کی قیادت میں وہاں پر ایک عظیم جلوس نکالا گیا۔

اخبارات نے گداب کے واقعہ کے بارے میں غلط خبر شائع کی ہے۔

جمعیت علماء اسلام کراچی سنٹر کے امیر اور پاکستان قومی اتحاد کے امیدوار برائے حلقہ نمبر ۱۱ مولانا محمد ذکریا نے اس بات پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ قومی پریس اصل حیثیت کو نظر انداز کر رہا ہے اور عوام کو اندھیرے میں رکھنے کا مذموم کردار ادا کر رہا ہے جو کہ صحافت کے لئے ایک بدنما داغ ہے۔ اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اخبارات نے گداب میں گذشتہ انتخابی جلوس پر فائرنگ اور غنڈہ گردی کو توڑ موڑ کر پیش کی۔ جب کہ اصل حقیقت پر مبنی خبر کو شائع نہیں کیا گیا۔ میں قومی پریس کو مخلصانہ

مشورہ دیتا ہوں کہ وہ عوام کے سامنے صحیح رخ پیش کرے۔ ورنہ عوام بائیکاٹ کرنے پر مجبور ہوجائینگے۔

پیپلز پارٹی کی شکست یقینی ہے

۸ فروری، پاکستان قومی اتحاد برائے قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۱ کے امیدوار الحاج مولانا محمد زکریا نے کہا ہے کہ اب پیپلز پارٹی کی شکست یقینی ہے۔ آپ میسر کالونی جناح اسکوائر میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے۔

الحاج مولانا محمد زکریا نے کہا ہے کہ اگر برسر اقتدار طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ خوف و ہراس پھیلا کر اور اندھا دھند گرفتاریوں کے ذریعہ عوام پر مسلط رہنے میں کامیاب ہوجاتے گا تو یہ اس کی غلطی ہے۔ مولانا نے کہا کہ پیپلز پارٹی کے وزرا اکرام صوبائی انتظامیہ مکمل طور پر پارٹی کے مفادات کی پشت پناہی کر رہے ہیں اس صورت میں آزادانہ انتخاب کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جب کہ اپوزیشن اور قومی اتحاد کے لیڈروں اور ورکروں کے ساتھ تشدد کی کاروئیاں کی جارہی ہیں آپ نے گذشتہ روز کے واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا کہ پیرزادہ نے نہتے جلوس پر فائرنگ کرائی اور انہیں بیدردی سے مارا پیٹا گیا۔ گاڑیوں کو توڑا پھوڑا گیا۔ ٹرک جلا دیئے گئے۔ اور دوسری رات پریس میں خلاف واقعہ خبر چھاپی گئی۔ اور یہ کہ زخمیوں کو ہسپتال میں داخل نہیں کیا گیا اور قومی اتحاد کے کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور ہماری رپورٹ کو نظر انداز کر دیا گیا۔

جناب فتحیاب علی خان کی دستبرداری کا خیر مقدم

۸ فروری، قومی اتحاد قومی اسمبلی حلقہ نمبر ۱ کے امیدوار الحاج مولانا محمد زکریا نے پاکستان ورکرز پارٹی کے جناب فتحیاب علی خان کے حلقہ نمبر ۱ سے دستبرداری کے فیصلہ کا خیر مقدم کیا ہے۔

الحاج مولانا محمد زکریا نے کہا ہے کہ ہم آپکے اس فیصلے کی قدر کرتے ہیں۔ ہمیں توقع تھی کہ اس ظالم اور جابر برسر اقتدار طبقہ سے مقابلے میں آپ اسلام کی برتری ثابت کریں گے۔

حلقہ نمبر ۱ سے P-N-A کے واحد نمائندہ

مولانا محمد زکریا نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے جو دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی فضا قائم کر رکھی ہے۔ اسکے مقابلے میں آپ اور ہم متحد ہوکر ہی اس کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔

الحاج مولانا محمد زکریا نے دوسرے متحدہ امیدواروں سے بھی اپیل کی ہے کہ وہ بھی P-N-A کے امیدواروں کے حق میں جناب فتحیاب علی خان کے فیصلہ کی تقلید کریں۔

الیکشن کمشنر سندھ سے ملاقات

۸ فروری، پاکستان قومی اتحاد حلقہ نمبر ۱ قومی اسمبلی کے امیدوار اور جمعیت علماء اسلام کراچی سنٹر کے امیر الحاج مولانا محمد زکریا نے الیکشن کمشنر سندھ کے آفس میں ان سے ملاقات کی۔

الحاج مولانا محمد زکریا نے ان تمام واقعات کا تفصیلی تذکرہ کیا۔ اور پیپلز پارٹی نے کراچی میں جو دہشت گردی اور لاقانونیت کا مذکورہ مظاہرہ شروع کر رکھا ہے اس بارے میں ان سے تبادلہ خیالات کیا۔

جناب مولانا محمد زکریا نے اپنے حلقہ انتخابات میں رونما ہونے والے واقعات اور خاص طور پر گداب میں قومی اتحاد کے جلوس پر عبدالحفیظ پیرزادہ کے ایما پر غنڈہ گردی کی تفصیلات بیان کی۔

جناب الیکشن کمشنر سندھ نے ان تمام واقعات کو غور سے سنا اور ان تمام حالات پر تشویش کا اظہار کیا۔

انتخابات کے سلسلہ میں ضروری ہدایات

آئینِ شریعت کے نفاذ کا وقت آگیا

ووٹ ڈالنے کے طریقہ کار کی وضاحت

از:- سید عطاء الرحمٰن جعفری بی اے (آنرز)

آئندہ انتخابات ملک وقوم کے لئے غیر معمولی اہمیت کے حامل ہوں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ عوام کو انتخابات کے معاملات ان کے حقوق اور الیکشن کے طریقہ کار سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ اپنا حق رائے دہی ملک وقوم کے بہترین مفاد میں استعمال کر سکیں۔

طریقہ کار کی وضاحت

الف: آپ کو اپنے کیمپ سے ایک پرچی لینی ہو گی۔ جس پر فہرست رائے دہندگان میں آپ کا نمبر شمار، نام، ولدیت، پیشہ، عمر اور جو بھی پتہ درج ہے۔ اس پرچی پر لکھا ہو گا۔ (کارکنان کو چاہیے کہ اپنے ووٹروں کو ایسی پرچیاں پہلے ہی دے دیں تاکہ انتخاب کے دن نام تلاش کرنے میں وقت ضائع نہ ہو۔)

ب: یہ پرچی لے کر آپ پولنگ اسٹیشن کی طرف قدم بڑھائیں۔ وہاں پہلے کمرہ میں پولنگ افسر اور امیدواروں کے ایجنٹ بیٹھے ہوں گے، پولنگ افسر کو آپ اپنی پرچی دکھلائیں گے۔ اور وہ فہرست رائے دہندگان میں اس کی تصدیق کرے گا۔ کہ واقعی آپ کا نام فہرست رائے دہندگان میں درج ہے۔ فہرست رائے دہندگان میں آپ کے نمبر شمار کو مارک کرے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ آپ کو بیلٹ پیپر مل گیا ہے۔

ج: بیلٹ پیپر دینے سے قبل آپ کی انگلی کو انمٹ سیاہی لگا دی جائے گی جو کسی بھی کیمیکل مادہ سے مٹ نہیں سکتی۔ اس طرح آپ کو ایک آدمی ایک ووٹ کے اصول کا پابند کیا جائے گا۔ کیونکہ کسی ایسے شخص کو بیلٹ پیپر جاری نہیں کیا جائے گا۔ جس کی انگشت پر پہلے سیاہی کا نشان ہو گا۔

د: اگر مخالف امیدوار یا اس کا ایجنٹ اعتراض کرے۔ کہ آپ کے پاس ایک سے زائد بیلٹ پیپر ہیں۔ تو آپ ان کو مطمئن کریں کہ آپ کے پاس ایک ہی بیلٹ پیپر ہے۔ کیونکہ رائے دہندگان ایک سے زائد بیلٹ پیپر رکھنے کا مجاز نہیں ہے۔

ر: بیلٹ پیپر لے کر آپ کو اس کمرہ میں جانا ہے جہاں آپ کو توقف کرنا اور ایک لمحہ سوچنا ہو گا کہ آپ نے آئین شریعت کے لئے ووٹ دینا ہے یا لادینی نظام کے لئے۔ اگر اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے ووٹ دینا ہے۔ تو پھر قومی اتحاد کے امیدوار کو ووٹ دینا ہو گا۔

س: پھر اس کمرہ میں داخل ہونا ہے۔ جہاں آپ نے بیلٹ پیپر پر نشان لگانا ہے۔ جہاں پریزائیڈنگ آفسر آپ کو مہر دے گا۔ یہ مہر آپ نے ہل کے بالکل سامنے خالی جگہ پر لگانی ہو گی۔

ش: آپ بیلٹ پیپر پر نشان لگانے کے بعد اسے طے کریں گے۔ اور اسے بیلٹ بکس یعنی صندوق میں ڈال دیں گے۔ جو پریزائیڈنگ آفسر کے سامنے میز پر رکھا ہو گا۔

ص: آپ کو صندوق میں بیلٹ پیپر ڈالنے کے بعد کمرے سے باہر نکل جانا ہو گا۔ اور باہر جانے کے راستے باہر جانا ہو گا۔ کیونکہ ایک دروازہ پولنگ اسٹیشن کے اندر جانے کا ہو گا۔ اور ایک باہر جانے کا۔

ض: مستورات کے پولنگ سٹیشنوں کے لئے مستورات کو پولنگ ایجنٹ تعین کرنا ہو گا۔ کیونکہ مستورات کے ووٹ ۴۵ فیصد ہیں۔ اور ہار جیت کا بڑا دارومدار عورتوں کے ووٹ پر ہے۔ ۷ مارچ اور دس مارچ کا پولنگ صرف الیکشن نہیں ایک جہاد ہے۔ اگر صحابہ کرام کی بیویاں اور لڑکیاں جہاد میں سرگرم حصہ لیتی تھیں۔ تو ہماری مستورات ایسا کیوں نہیں کر سکتیں۔ انہیں پولنگ اسٹیشنوں پر جانا ہو گا۔ اور قومی اتحاد کے امیدواروں کو ووٹ دے کر یعنی نفاذ شریعت کے حق میں ووٹ دے کر اپنی عاقبت سنوارنی اور خدا اور رسول برحق کو خوش کرنا ہے۔

پولنگ ایجنٹس کا تقرر

امیدوار یا اس کا الیکشن ایجنٹ پولنگ کے آغاز سے قبل پولنگ سٹیشنوں پر اپنے پولنگ ایجنٹس

کا تعین کرے گا۔ ایک پولنگ سٹیشن پر جتنے پولنگ بوتھ ہوں گے اتنے ہی پولنگ ایجنٹس کی تقرری ہو گی۔ کیونکہ ایک پولنگ بوتھ پر صرف ایک ہی پولنگ ایجنٹ مقرر کیا جا سکتا ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ ہر پولنگ بوتھ میں امیدوار کا پولنگ ایجنٹ موجود ہو گا۔ جو امیدوار کے حقوق کا نگران ہو گا۔

(سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ)

معذور رائے دہندہ

اگر رائے دہندہ اندھا یا کسی طرح معذور ہو اور کسی کی مدد کے بغیر اپنے پسند کے امیدوار کے نام کے سامنے مہر نہ لگا سکتا ہو۔ تو قانونی طور پر مجاز ہو گا کہ اس کے ساتھ ایک مددگار ہو۔ جو اس کی رہنمائی کرے۔

(سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ)

فتح و نصرت کیلئے ضروری اقدام

مستورات کے ووٹ ۵۴ فیصد ہیں بنابریں مستورات کے پولنگ اسٹیشنوں پر پڑھی لکھی ہوشیار پولنگ ایجنٹس مقرر کی جائیں۔ جو کہ اپنے محلہ یا بستی کے ووٹران کو پہچانتی ہوں۔ تاکہ جعلی ووٹوں کا تدارک ہو سکے۔ مخالفین کا آخری حربہ یہی ہے۔ کہ عورتوں کے جعلی ووٹ بھگتائے جائیں اب وہ ہر طرف سے مایوس ہو چکے ہیں آپ مستورات کے پولنگ اسٹیشنوں کا خاص خیال رکھیں۔ اپنی بہتر تدبیروں سے محض نفسوں کے ارادے خاک میں ملا دیں۔ یہ الیکشن ایک جہاد ہے شریعت اسلام نافذ کرنے کے لئے۔

(سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ)

آؤ پولنگ اسٹیشن کی سیر کریں

جعفری بی اے

پولنگ اسٹیشن اندر سے کیسا ہوتا ہے۔ اسے آپ کوئی عجوبہ عمارت نہ سمجھیے۔ یہ توقع نہ رکھیے کہ آپ پولنگ اسٹیشن کے اندر جائیں گے تو اسے دیکھ کر ششدر رہ جائیں گے۔ کیونکہ اس کے اندر کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہو گی۔ وہی سب کچھ ہو گا جو آپ روزانہ کی معمولی زندگی میں دیکھتے ہیں۔ صرف ترتیب کا فرق ہو گا۔ پبلک جلسے کا فرنیچر کسی اور طرح جمایا جاتا ہے۔ اور امتحان کسی اور طریقے سے۔ ڈرائنگ روم کی نشست و برخاست کھانے کے کمرے سے مختلف ہوتی ہے یہی حال پولنگ اسٹیشن کا ہے۔

البتہ ایک پولنگ اسٹیشن دوسرے پولنگ اسٹیشن سے رقبے کشادگی وغیرہ میں تو مختلف ہو گا۔ اور یا کوئی کچی عمارت یا میدان میں شامیانے تان کر بنایا ہو گا۔ لیکن جہاں تک عملے اور عملے کے زیر استعمال میں آنے والے ساز و سامان کا تعلق ہے۔ وہ سب یکساں ہو گا۔ نوعیت اور تقسیم بالکل یکساں۔

ایک انتخابی حلقے کا اعلے اختیارات رکھنے والا افسر ریٹرننگ افسر ہوتا ہے۔ جس کے تحت پریذائیڈنگ افسر اور پولنگ افسر ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک انتخابی حلقہ کے لئے ایک ریٹرننگ افسر ہوتا ہے۔ جو اپنے حلقہ کے تمام انتخابی امور کا نگران اور افسر اعلے ہوتا ہے اسی طرح ہر انتخابی امیدوار کا ایک الیکشن ایجنٹ ہوتا ہے۔ جو ایک لحاظ سے امیدوار کے سارے معاملات کے قانونی اختیارات رکھتا ہے۔ چونکہ ایک حلقے میں بہت سے پولنگ اسٹیشن ہوتے ہیں۔ جہاں امیدوار اور اس کا الیکشن ایجنٹ بار بار نہیں جا سکتا۔ اور صبح سے شام تک پولنگ اسٹیشنوں کی نگرانی نہیں کر سکتا اس لئے ہر پولنگ اسٹیشن پر امیدوار کے پولنگ ایجنٹ ہوتے ہیں جو اپنے اپنے پولنگ بوتھ کے انتخابی معاملات اور امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

پولنگ اسٹیشن کی سب سے اہم جگہ وہ ہے۔ جہاں پریذائیڈنگ آفیسر بیٹھتا ہے۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہی پولنگ اسٹیشن کا افسر اعلے ہوتا ہے۔ اور اسی کے احکامات اور ہدایت کی روشنی میں عملہ کام کرتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ پریذائیڈنگ افسر کی میز پر ہی بیلٹ بکس رکھا ہوتا ہے یعنی وہ بکس جس میں پولنگ کے دن رائے کی پرچیاں ڈالی جاتی ہیں۔ یہی وہ خزانے کا صندوق ہے۔ جو کسی کو منعم اور کسی کو مفلس بنا دے گا۔ یعنی جو جیتا منعم اور جو ہارا مفلس۔

پریذائیڈنگ افسر کے دائیں بائیں پولنگ آفیسروں کی نشستیں ہوں گی اور یہ مختلف فرائض سرانجام دیتے رہیں گے۔ مثلاً نہ مٹنے والا روشنائی کا نشان لگانا۔ ووٹروں کی فہرست دیکھ کر تصدیق کرنا کہ رائے کی پرچی مانگنے والے شخص کا نام فہرست میں موجود ہے کہ نہیں۔ اور اس تصدیق کے بعد ووٹر کو بیلٹ پیپر دینا۔

مختلف امیدواروں کے ایجنٹ اکٹھا اس طرح بیٹھائے جائیں گے کہ انہیں صاف دکھائی دے کہ ووٹر اور پولنگ افسر کیا کر رہے ہیں۔

ایک کمرہ ہو گا جسے الیکشن کی انگریزی اصطلاح میں پولنگ بوتھ کہتے ہیں۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ووٹر رائے کی پرچی پر مہر لگائے گا۔ اس بوتھ میں ووٹر کے علاوہ کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہو گی تاکہ ووٹر پوری رازداری کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکے اور کسی کو پتہ نہ چل سکے کہ اس نے کس امیدوار کے حق میں رائے دی ہے۔ خواتین کے لئے الگ اسٹیشن ہوں گے۔ عورتیں صرف انہی اسٹیشنوں میں ووٹ دیں گی۔ لیکن مستورات کے لئے بوتھ الگ ہو۔ اسٹیشن کے اندر جانے اور باہر نکلنے کا راستہ مردوں اور عورتوں کے لئے الگ الگ ہوگا۔

وادیٔ مہران سے

ایک بوریہ نشین کو ست لاکھ کی پیشکش

مولانا محمد مراد کی کہانی خود ان کی اپنی زبانی :-

مولانا مراد صاحب ہالیجیوی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان صوبہ سندھ کے نائب امیر ہیں۔ اور مدرسہ مظہر العلوم حمادیہ منزل گاہ سکھر کے مہتمم۔ ہر ہر مرحلہ پر جمعیۃ کے اکابرین کے ساتھ رہے اور مولانا محمد شاہ صاحب امروٹی ایسے پیکر جرأت و استقامت شخص کی امارت میں جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سندھ میں شبانہ روز اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ صوبہ سندھ جسے وزیر اعظم کا صوبہ ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور جہاں پر وزیر اعظم کے چہیتے اور "ٹیلنٹڈ کزن" نے سادہ لوح ان سندھ کی ہمدردیا حاصل کرنے کے لیے لسانی فسادات کا الاؤ بھڑکا کر مسلم لہو سے وادیٔ مہران کو لہو رنگ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسی خطے میں اسلامیان پاکستان کو راہِ مستقیم دکھانے، قوم کے مفادات کی نگرانی اور قزاقان ملت کے تعاقب کے لیے حضرت مولانا محمد مراد صاحب ایسے اولوالعزم افراد سرگرم عمل ہیں جو اپنے قاید حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے اشارۂ ابرو کے منتظر رہتے ہیں اور حکم ملتے ہی سود وزیاں سے بے نیاز میدان عمل میں کود پڑتے ہیں۔

موجودہ الیکشن میں صوبہ سندھ میں بلامقابلہ انتخابات کا ناٹک رچایا گیا درج ذیل واقعہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مولانا محمد مراد صاحب نے اپنے دورہ لاہور میں یہ حقیقت منکشف کی کہ ان کے ساتھ سندھ کے وڈیرے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ دھونس اور دھاندلی سے کام نہ چلا تو تیشۂ زر سے کام نکالنا چاہا، مگر مولانا نے اپنے قایدین اور جماعت کے کردار پر حرف نہ آنے دیا۔ ان کا واقعہ ہم من وعن شائع کر رہے ہیں تاکہ حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔ پڑھیے اور غور فرمایئے : (مُدیرِ مُعاوِن)

میرے اغوا کی خبر صوبہ اور بیرونِ صوبہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ عزیز واقارب اور جماعتی احباب کے استفسارات کا سلسلہ لا متناہی شروع ہو گیا۔ جس کے جوابات ٹیلیفون اور بالمشافہ بھی دیئے گئے لیکن یہ سلسلہ جاری ہے۔ لہذا ترجمان اسلام کے ذریعہ حقیقتِ حال کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

قومی اسمبلی ۱۵۳، سکھر ۳ حلقہ روہڑی پنوعاقل گھوٹکی سے پیپلز پارٹی نے سردار غلام محمد مہر کو امیدوار نامزد کیا ہے۔ جبکہ پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے سید محمد شاہ صاحب امروٹی، مولوی فیض محمد اور میرے کاغذات جمع کرائے گئے۔ یہاں پر مہر صاحب کا حدود اربعہ بیان ہو جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ دراصل مہر صاحب جاگیردار ہیں اور ہر دور میں براہِ راست کلیدی عہدوں سے روابط استوار رہے ہیں اور ہر دور میں سرکاری دسترخوان مہر صاحب کے مکان پر ہی دراز ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ جناب بھٹو صاحب بھی جب سکھر قدم رنجہ فرماتے مہر صاحب کے ہاں نائو نوش کے علاوہ ان کی جاگیر میں شکار کھیلا جاتا اور یہی وجہ ہے کہ بھٹو صاحب نے حق مہمان نوازی یوں ادا فرمایا کہ سکھر کی تمام نشستوں پر مہر صاحب کے آدمیوں کو ٹکٹ دیئے گئے۔

کاغذات داخل کرانے کے بعد مہر صاحب نے اپنے مخصوص ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کیے۔ سب سے پہلے میری قوم کے رئیس وزیر احمد رندھڑ ساکن بھونگ (برادر حقیقی رئیس شبیر احمد صاحب وزیر بلدیات حکومت پنجاب) کو اپنے اثر ورسوخ استعمال کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ ۲ فروری کو میرے مدرسہ میں تشریف لائے۔ میں نے رئیس صاحب کو جواب دیا کہ مجھے جماعت نے حکم دیا ہے اور جماعت دستبرداری کا بھی حکم دے سکتی ہے۔ ہمارا طریق یہ ہے کہ جماعت کے سامنے ذاتی فیصلے اور مفاد کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتے۔ لہذا میں اس سلسلہ میں معذور ہوں، لیکن میں نے رئیس سے کہا کہ اگر جماعت نے مجھے کاغذات واپس لینے کا حکم دیا تو آپ کو اطلاع دے دوں گا۔

۲ فروری کے پاکستان قومی اتحاد کے تاریخی جلسہ کے بعد ضلعی پارلیمانی بورڈ کا اجلاس ہوا جس میں سید محمد شاہ امروٹی اور احمد شاہ صاحب جیکب آباد نے بھی شرکت کی۔ بڑے غور وخوض کے بعد یہ طے پایا کہ مولوی فیض محمد صاحب کو انتخاب لڑایا جائے سید محمد شاہ امروٹی اور میرے متعلق دستبرداری کا فیصلہ ہوا۔ اجلاس کے بعد امروٹی شاہ صاحب نے حکم دیا کہ میں کاغذات واپس لے لوں۔ میں نے کہا کہ رئیس صاحب کو اطلاع دینے کا وعدہ کیا تھا، اگر اجازت ہو تو کل اطلاع کر دوں اور پرسوں کاغذات واپس لے لوں۔ حضرت امروٹی صاحب نے فرمایا کہ ٹھیک ہے پرسوں کاغذات واپس ہو جانے چاہیں۔ چنانچہ میں نے برادر اکبر حاجی عبدالقدوس

صاحب کو رئیس صاحب کے ہاں بغرض اطلاع بھیج دیا ابھی حاجی صاحب واپس نہیں آئے تھے کہ حضرت امروٹی شاہ صاحب نے حکم دیا کہ مولوی فیض محمد الیکشن لڑنے کے لیے تیار نہیں اور میرے کاغذات واپس ضلعی پارلیمانی دفتر میں پہونچ گئے ہیں، لہذا آپ اپنے کاغذات واپس نہ لیں اور الیکشن لڑنے کے لیے مضبوط رہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے تو رئیس صاحب کے پاس اطلاع پہونچا دی ہے اب وہ آنے والے ہیں اور میرے لیے تو مشکلات ہونگی، لیکن میرے امیر کا حکم تھا، لہذا تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

رئیس صاحب نے "ایفائے عہد" کے لیے بہت زور دیا اور جتنا دباؤ ہو سکتا تھا لگایا۔ بالآخر چھ گھنٹے کی مسلسل بحث کے بعد طے ہوا کہ سردار غلام خان مہر سے بالمشافہ گفتگو کی جائے، لہذا عبدالقدوس صاحب اور میں رئیس صاحب کے ہمراہ مہر صاحب کے مکان پر گئے۔ راستے میں میں نے رئیس صاحب پر واضح کر دیا کہ مجھے ضمیر فروشی کی مارکیٹ نہ لے جائیں لیکن جب مہر صاحب کے ہاں گئے تو شہر میں افواہ اڑ گئی کہ مجھے اغوا کر لیا گیا ہے۔ اس خبر سے شہر میں کہرام مچ گیا دو گھنٹے کی گفت و شنید کے بعد واپس آیا تو احباب کا ہجوم تھا۔

مہر صاحب نے منت و زاری کا سلسلہ شروع کیا۔ ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدارا مجھے یہ چانس دیدو میں عمر بھر آپ کا خادم رہوں گا۔ لیکن میرے بس کی بات ہوتی تو شاید میں ان کی بات مان لیتا، لیکن جماعتی فیصلے کو پس پشت ڈالنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ مہر صاحب نے چرب زبانی کے تمام ہنر استعمال کیے، مگر میں نے کہا کہ اگر شاہ صاحب کے کاغذ واپس نہ ہوئے تو میں دستبردار ہو جاؤں گا۔ وگرنہ معذور۔ کیونکہ جماعت کا فیصلہ ہے کہ کوئی نشست خالی نہ چھوڑی جائے۔

دوسرے روز میں شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تمام ماجرا بیان کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میرے کاغذات مہر کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں اور اب آپ آخری مقابل ہیں۔

میں خیرپور میں تھا کہ تین بجے مہر کے آدمی آئے اور دستبرداری کے لیے کہا اور ساتھ ہی چار لاکھ روپے نقد اور سکھر شکارپور کی نشست پر امداد بھی کریں گے۔ میں نے صاف انکار کر دیا۔ دوبارہ مہر صاحب نے شام کو مجیب پیرزادہ (برادر حقیقی حفیظ پیرزادہ جو حال ہی میں پولیس اور غنڈوں کے تعاون سے ریٹرننگ افسر کا گھیراؤ کر کے حاجی محمود الحسن کے کاغذات داخل نہ ہونے دیا اور بلا مقابلہ کامیاب ہو گئے) کے ہمراہ مہر ولی کارخانہ دار کو بھیجا۔ جنہوں نے خیرپور کر سات لاکھ روپے نقد اور بقیہ نشستوں پر تعاون کا لالچ دیا حضرت امروٹی نے نوٹوں گڈیاں چادروں میں بندھی اور تھیلوں میں پڑی ہوئی دیکھیں۔ مگر بحمداللہ اس عاجز کی ثابت قدمی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا اور مہر صاحب کے آدمی اپنا سا منہ لے کر واپس ہوئے۔

پنجاب میں قومی اسمبلی کے بارہ حلقوں میں براہ راست مقابلہ

سید عطاء الرحمن جعفری بی اے آنرز۔

نامزدگیاں واپس لینے کی آخری تاریخ گذرنے کے بعد پنجاب کے قومی اسمبلی کے میدان میں رہ جانے والے امیدواروں کی فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ بارہ حلقوں میں پاکستان قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی کے نامزد امیدواروں میں براہ راست مقابلہ ہوگا، کیونکہ ان کے سوا بقیہ امیدوار دستبردار ہو گئے ہیں۔ ان حلقوں اور امیدواروں کی تفصیل یہ ہے:

امیدوار قومی اتحاد	امیدوار پیپلز پارٹی
سید زاہد حسین۔	شوکت حیات خان
قومی اسمبلی حلقہ کیمبل پور ۲۴	
نواب زادہ افتخار احمد انصاری،	سید ذوالفقار علی بخاری
جھنگ ۶۶	
میاں ظہور احمد لالی	محمد علی شاہ
جھنگ ۶۳	
مولانا عبدالستار نیازی	امیر عبداللہ روکڑی
میانوالی ۔ ۱۴	
چوہدری طالب حسین	رانا سخاوت علی
لائلپور ۔ ۷۱	
غازی محمد عبداللہ۔	چوہدری غلام نبی۔
لائلپور ۷۶	
چوہدری رفیق احمد باجوہ	ایس ایم مسعود،
لاہور ۱۸	
چوہدری محمد حسین چٹھہ	عارف اعوان
شیخوپورہ ۹۵	
میاں نذیر	شمیم حیدر
شیخوپورہ ۱۰۶	
خواجہ محمد اقبال بٹ	حامد نواز خان
سیالکوٹ ۱۰۸	
مولانا حامد علی خان	بابو فیروز الدین انصاری
ملتان ۔ ۱۱۷	
نواب زادہ نصر اللہ خان،	سردار امجد حمید۔
مظفر گڑھ ۱۲۸	

جعلی ووٹوں کا تدارک

انمٹ روشنائی۔

ووٹ ڈالنے سے پہلے آپ کی انگشت پر ان مٹ سیاہی لگائی جائے گی۔ جب ووٹر پولنگ کے اندر داخل ہوگا تو پریذائیڈنگ افسر اسے ووٹ کی پرچی دینے سے قبل اطمینان کر لے گا کہ وہ فی الواقع اس پولنگ سٹیشن کا ووٹر ہے۔ اس ووٹر کے کسی ہاتھ کے انگوٹھے یا انگلی پر نہ مٹنے والی روشنائی سے ایک نشان لگایا جائے گا۔ تاکہ کوئی شخص ایک سے زیادہ مرتبہ ووٹ ڈالنے کی جسارت نہ کر سکے۔

بیلٹ پیپر دینے سے پہلے جب روشنائی کا نشان لگانے کے لیے ہاتھوں کے انگوٹھے اور انگلیاں دیکھی جائیں گی تو پتہ چل جائے گا کہ اس شخص کے انگوٹھے یا انگلی پر اس سے پہلے ایسی ہی روشنائی کا نشان لگایا گیا ہے یا نہیں۔ اگر پہلے نشان موجود نہ ہو تو اسے نشان لگایا جائے گا اور اگر پہلے نشان موجود ہو تو اس شخص کے خلاف ضابطے کی کارروائی کی جائیگی۔

اگر کسی شخص نے نشان لگانے سے انکار کیا تو اسے بیلٹ پیپر نہیں دیا جائے گا۔ تمام امیدواران اور رضاکاروں کو چاہیے کہ اپنے ووٹروں کو سمجھا دیں کہ نشان لگانے سے انکار نہ کریں۔ اس روشنائی سے کوئی جلدی نقصان نہیں ہوگا۔

پاکستان قومی اتحاد کا ساتھ دینا پاکستان کے مسلمانوں کا ملی فرض ہے

مسلمانانِ پاکستان کے لئے لمحہ فکریہ

مسلمانان عالم کے لئے بالعموم اور پاکستان کے لئے بالخصوص یہ بات خوش آئند ہے کہ ملک بھر کی سیاسی، مذہبی مقتدر جماعتوں نے ایک فقید المثال اتحاد کا نمونہ پیش کیا ہے۔ ہم قائدین پاکستان کو اس اتحاد پہ مبارک باد پیش کرتے ہیں اور صمیم قلب سے دعا گو بھی ہیں کہ یہ اتحاد جس خلوص کے ساتھ معرض وجود میں آیا ہے۔ تا دم آخر اتفاق اور اتحاد کے ساتھ قائم بھی رہے۔

گزشتہ انتخابات میں دین اسلام کے نام معتدبہ اکثریت کے ساتھ ووٹ حاصل ہوتے تھے۔ مگر وہ افراتفری اور گروہ بندیوں کی نظر ہو کر اکثریت اقلیت میں دیکھتے دیکھتے تبدیل ہو گئی۔ جو ارباب نظر و فکر کے لئے ایک طرح کا تازیانہ عبرت تھا۔

دوسری طرف سناطرانہ چالوں سے جو پارٹی اقتدار پر مسلط ہوئی اس نے اپنے دور میں اس قسم کی فضا پیدا کی کہ جس کی بدولت لسانی مسائل کو عروج حاصل ہوا۔ اور خفتہ عصبیتیں پھر سے شباب پر آئیں۔ صوبائی عصبیت بیدار ہو گئی۔ صوبہ کا صوبہ سے تصادم ہوا۔ قبائل نے قومیت کا رنگ اختیار کیا۔ تبی بنائی حکومتوں کو عوام کی منشا اور مرضی کے خلاف شکست و ریخت کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں انارکی پھیلی غربت اور افلاس نے عوام کو خستہ حال کر دیا۔ اشیاء خوردنی آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ پولیس پر سالانہ اسی کروڑ روپے خرچ کرنے کے باوجود عوام کے جان و مال اور عزت کا تحفظ نہیں ہو سکا۔

اس پر ہی بس نہیں کی گئی ملک کا بہترین آئین مرتب و منظور کرنے کے باوجود اسے ترامیم کے بم سے کالعدم کر کے رکھ دیا۔ ملک کے جید علماء اور مستند سیاسی راہنماؤں کے مطالبات کے باوجود ملک میں شراب خانہ خراب پر پابندی عائد نہیں کی گئی۔ جن صوبوں میں ممنوع قرار دی گئی اسے پھر جاری کیا گیا۔ عائلی قوانین جو ایک ہندو "ساردا کے" حل کے مرہون منت ہیں ملک میں باقاعدہ نافذ العمل رکھا گیا۔ بغرض پاکستان میں جو کچھ نہیں ہونا تھا۔ سب کچھ ہوا۔ اور کھلے بندوں ہوا۔

دو راستے

اب پاکستان کے عوام نے از سر نو فیصلہ کرنا ہے کہ ملک کو بے دین ریاست قرار دینا ہے یا کہ اسلامی ریاست؟ اگر شق اول مطلوب ہے۔ تو پھر ہر آدمی آزاد ہے۔ جس طرح چاہے اپنا ووٹ استعمال کرے۔ اس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جا سکتی۔ اگر شق ثانی مطلوب ہے اور یقیناً ہے۔ یہی تو آنے والے انتخابات میں وہ ایسے رجال کار کو اپنا نمائندہ منتخب کریں۔ جو قرآن و سنت سے واقف ہو۔

عوام جب اسلامی قوانین کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ ووٹ ایسے افراد کو دیں۔ جو اسلام سے بلاواسطہ واقف ہونے کے علاوہ ان کے ذاتی افعال و اعمال بھی مسلمانوں جیسے ہوں۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ ان صفات سے موصوف رجال کار قومی اتحاد میں ملیں گے۔

لہٰذا ہم پاکستان کے دیندار طبقہ سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی خاطر پاکستان قومی اتحاد کو کامیاب بنا کر محب ملک اور عاشق رسول ہونے کا ثبوت دیں۔

(راقم الحروف: امیر زمان خان ناظم اعلیٰ جمعیت علماء جموں و کشمیر)

کراچی میں انتخابی سرگرمیاں

پاکستان قومی اتحاد کے ممتاز قائدین نے ۲۳ جنوری ۷۷ء کو نشتر پارک کراچی سے اپنی جس انتخابی مہم کا آغاز کیا ہے۔ الحمد للہ کہ اس کے اثرات پورے ملک میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور جمہوریت کا یہ قافلہ اپنی منزلیں طے کرتا ہوا۔ کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار ہونے والا ہے۔

کراچی جو کہ ماضی میں بھی اپوزیشن کا شہر رہا ہے۔ اس مرتبہ بھی اپنی پرانی روایات کو دہرا رہا ہے لیاقت آباد کے بہادر اور جری عوام نے اس مرتبہ تو نام نہاد عوامی پارٹی کا یوں سمجھیں کہ اپنے علاقہ میں داخلہ بند کر رکھا ہے۔ اس علاقہ میں آپ کو پیپلز پارٹی کے پرچم صرف بجلی کے کھمبوں اور پولیس کی مدد اور غنڈوں کے تعاون سے کھولے گئے دفتروں پر نظر آئیں گے۔ روزانہ رات گئے تک قومی اتحاد کے زیر اہتمام عظیم الشان جلسوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اور گھر گھر پر قومی اتحاد کا نو ستاروں کا پرچم پوری شان و شوکت سے لہرا رہا ہے۔ یہی حال ناظم آباد کے علاقہ کا ہے۔ بندر روڈ جو کہ قلب شہر میں واقع ہے۔ جہاں سے شاہین ملت ائیر مارشل اصغر خان الیکشن لڑ رہے ہیں۔ ایک عجیب رونق اور شان دکھاتا ہے۔ قدم قدم پر سبز جھنڈے اور مکانات پر سبز نو ستاروں کا پرچم سربلند ہے لیاری کا علاقہ جہاں غنڈوں کا راج ہے۔ اور غنڈوں کی مدد

سے قومی اتحاد کے بینر پھاڑے جا رہے ہیں۔

اس کے باوجود بھی آپ کو قومی اتحاد کے دفاتر، بینرز اور پرچم جابجا نظر آئیں گے۔ ملیر لانڈھی، کورنگی اور ڈرگ روڈ میں قومی اتحاد کے جری اور بہادر امیدواران اور اراکین رات دن ایک کر کے قومی اتحاد کا پیغام گھر گھر پہنچا رہے ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے وجود میں آنے کے بعد سے عوام میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہو گیا ہے اور قوم کا ہر فرد ۷ مارچ کا بے چینی سے منتظر ہے۔ بلکہ وہ اپنے ووٹ کا حق استعمال کر کے قومی اتحاد کے خدا ترس اور مسلمان قائدین کو برسر اقتدار لائے گا۔

شہر منگل ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

تحصیل کلاچی ڈاکخانہ چودھوان علاقہ استرانہ کی جمعیت ۱۴۔ ۱۔ کو انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس میں مندرجہ ذیل عہدہ داران منتخب ہوئے۔

سرپرست ...... عبدالمجید صاحب

امیر ! .... قاضی محمد انور

نائب امیر ! .... حاجی عبداللہ جان

〃 اول .... سلیم خان

〃 دوم .... حاجی دوست محمد

〃 سوم .... شکر الدین خان

ناظم عمومی .... مولوی عبدالرحمان

نائب ناظم عمومی .... صاحبگل

〃 اول .... صوفی سمر خان

〃 دوم .... محمد زمان خان

سوم .... جناب گلستان خان

چہارم .... حکیم شاہ

سالار .... بوستان خان

سیکرٹری اطلاعات .... صوفی گنڈہ پور

خازن .... حاجی عبدالغفور

بیز متفقہ طور پر مولانا مفتی محمود صاحب کی سیاست و فراست پر مکمل اعتماد کا کیا گیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے خطاب کرتے ہوئے جمعیت کے کارکنوں پر زور دیا کہ اسلاف کے قربانیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اور اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں۔

کانفرنس ملتوی

انجمن تحفظ ناموس صحابہؓ بھکر کے زیر اہتمام ہونے والی سہ روزہ سیرت صحابہؓ کانفرنس جو کہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ مارچ ۷۷ء کو ہونا تھی۔ بوجہ الیکشنی مصروفیات ملتوی کر دی گئی۔ کانفرنس انشاء اللہ اپریل ۷۷ء کے اواخر میں منعقد ہو گی۔

(حافظ ممتاز علی مہتمم جامعہ رشیدیہ بھکر)

جمعیت علماء اسلام

میلسی شہر کا انتخاب

آئندہ سہ سالہ مدت کے لئے جمعیت علماء اسلام میلسی شہر کا انتخاب زیر نگرانی حافظ محمد طیب ناظم عمومی جمعیت علماء اسلام ضلع وہاڑی عمل میں آیا۔

سرپرست اول .... مولانا حکیم عبدالصمد صاحب

〃 دوم .... غلام احمد

امیر : .... حاجی نذیر حسین ظاہر

نائب امیر اول .... صوفی جان محمد صاحب

〃 دوم .... ملک خادم حسین

ناظم عمومی : .... حاجی محمد شریف

ناظم اول : .... میاں سیف الرحمٰن

〃 دوم : .... قاری خدا بخش

خازن : .... صوفی نصیر احمد

سالار : .... ملک واحد بخش

ناظم نشر و اشاعت .... ملک غلام حیدر

قومی اتحاد

قصبہ میانی ضلع سرگودھا میں قومی اتحاد کا قیام عمل میں لایا گیا جس میں درج ذیل عہدیدار منتخب ہوئے

صدر : قاری محمد حسین قاسمی جمعیت علماء اسلام

نائب صدر اول .... مولوی محمد افضل

〃 دوم .... ملک جہان خان

جنرل سیکرٹری : .... رانا محمد اقبال

جائنٹ سیکرٹری : .... شیخ عقیل احمد

سیکرٹری اطلاعات : .... قاضی ضیاء اللہ

پروپیگنڈہ سیکرٹری : .... چودھری ریاست علی

خزانچی : .... شیخ خورشید خان

اس کے علاوہ پندرہ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ ترتیب دی گئی۔

حلقہ نمبر ۶ کی انتخابی سرگرمیاں

۱۲ فروری ۲ بجے دوپہر چوک لنڈا بازار میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ ۶ فروری کے ناصر باغ کے جلسہ کے بعد لاہور میں یہ سب سے بڑا جلسہ تھا۔ جو کہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔

عوام نے جلوسوں اور قافلوں کی شکل میں جلسہ میں شرکت کی۔ اس جلسہ سے جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور صاحب نے نظام اسلام کا انقلابی پروگرام پیش کیا۔ خطیب پاکستان مولانا اجمل خان نے اپنے مخصوص انداز میں عوام کو محاسن اسلام سے روشناس کرایا۔ خطیب اسلام علامہ احسان الٰہی ظہیر نے گرجدار آواز میں لوگوں کے دلوں کو گرمایا۔ ہر طرف سے نعروں کی آواز تھی۔ عوام میں بے حد ولولہ تھا۔ اس جلسہ سے دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔ جن میں فیض القادری، مولانا سعید الرحمان علوی، طاؤس خ[...] اور ضیاء الدین بٹ قابل ذکر ہیں۔ تمام حضرات [...] ہاتھ کر نعروں کی گونج میں مولانا عبیداللہ انور کو [...] تعاون کا یقین دلایا۔

چوک آبکاری روڈ پر ۱۴ فروری کو عظیم ال[...] جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ سے بھی مندرجہ بالا مقر[...] نے خطاب کیا۔ اور ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور بے حد جوش کا مظاہرہ کیا۔

چوک لوہاری گیٹ میں ۱۵ فروری کو عظیم ال[...] جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولانا عبیداللہ انور صاحب[...] اجمل خان صاحب، مولانا غلام علی اوکاڑوی اور مو[...] سعید الرحمٰن علوی نے خطاب کیا۔

انتقال پُر ملال

جناب فضل دین صاحب مرحوم رحلت فر[...] گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ایک شریف ا[...] اور باعزت بزرگ تھے۔ آپ چودھری ظہور الدین[...] چودھری محمد اعظم کے والد گرامی تھے۔ آپ کے دو[...]

صاحبزادے جمعیت علماء اسلام کے جیالے کارکن ہیں جمعیت علماء اسلام حلقہ انارکلی کے احباب چودھری برادران سے نہایت ہی رنج وغم کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم مغفور کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

انتخاب جدید

آج مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۷۷ء بعد نماز جمعہ جمعیت علماء اسلام ننڈو آدم کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب خطیب جامع مسجد رحمن منعقد ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں اراکین جمعیت نے شرکت کی۔ اجلاس میں مولانا عبدالقدوس صاحب سابق امیر اور محمد عرفان قادری نے جمعیت کے اغراض ومقاصد اور قومی اتحاد کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔

اجلاس میں قومی اتحاد سے بھرپور عزم کا اظہار کیا گیا۔ اور ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا گیا۔ ایک قرار داد میں قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کی حب الوطنی اور جذبہ اخوت کو خراج تحسین پیش کیا کہ تمام مکتب فکر کے اکابرین نے ملکی سالمیت اور عوام کی فلاح وبہبود کی خاطر دینی جذبہ سے کام لیتے ہوئے قائد جمعیت مفتی اعظم مولانا مفتی محمود جیسی علمی و سیاسی بصیرت رکھنے والی شخصیت کو اپنا قائد منتخب کر کے ایک ایسا مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا۔ جس کا عوام کو تیس سال سے بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔

قرار داد میں قائد قومی اتحاد کو مبارک باد پیش کر کے مکمل تعاون کا یقین دلایا گیا۔ قرار داد میں پاکستانی عوام کو بھی مبارک باد پیش کی گئی جو اپنی امیدوں کو بر دئے کار لانے اور اس ملک کو قرآن وسنت کی برکتوں سے ہمکنار کرنے کے لئے قومی اتحاد کے اکابرین کے ساتھ جانی و مالی تعاون کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

قرار داد میں برسراقتدار طبقے کی طرف سے بدعنوانیوں دھاندلیوں اور ملک میں خوف وہراس کی فضا پیدا کرنے پر سخت مذمت کی گئی۔

قرار داد میں عوام سے اپیل کی گئی کہ وہ پر امن رہ کر ملک میں قومی اتحاد کے منتخب نمائندوں کو ووٹ دے کر کامیاب کریں۔ تاکہ ملک میں خدا کا قانون نافذ ہو سکے۔

قرار داد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر انتخابات منصفانہ وغیر جانبدارانہ کرائے جائیں تو حکمران پارٹی کے دیگر اراکین تو درکنار خود بھٹو صاحب بھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ آخر میں مولانا عبدالسبحان صاحب نے ملک میں قرآن وسنت کے اجراء کی خاطر قومی اتحاد کی کامیابی کی دعا فرمائی۔ اور مندرجہ ذیل عہدے داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

سرپرست ! .... حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب
امیر ! .... حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب
نائب امیر اول ! .... عبدالواحد صاحب
〃 〃 دوم ! .... محمد عیسےٰ 〃
ناظم عمومی ! .... حافظ محمد حسین 〃
ناظم اول ! .... 〃 شرف الدین 〃
〃 دوم ! .... غوث محمد 〃
〃 پراپیگنڈہ .... عبدالقیوم 〃
〃 نشرواشاعت .... محمد عرفان قادری
خازن .... صوفی کرامت اللہ صاحب
سالار .... نصر الدین

ملک میں اسلامی نظامِ تعلیم کیلیے پاکستان قومی اتحاد کی کامیابی ضروری ہے

جاید ابراہیم پراچہ

عُلماء اور مساجد کی بے حُرمتی برداشت نہیں کی جائیگی

جمیعۃ طلباء اسلام کا عزم "

جمیعۃ طلباء اسلام پاکستان کے سینئر نائب صدر اور پشاور یونیورسٹی یونین کے جنرل سیکرٹری جناب جاوید پراچہ صاحب، جو پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے کوہاٹ سے سرحد اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے ہیں۔ ایک عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمیعۃ طلباء اسلام پاکستان کا مقصد پاکستان میں اسلامی نظام کا اجراء و نفاذ ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ پاکستان میں غلبۂ اسلام ہو اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو۔ آج تک پاکستان میں جتنی بھی حکومتیں قائم ہوئیں اور جو افراد بھی مسند اقتدار پر متمکن ہوئے انہوں نے اسلام کو پس پشت ڈالے رکھا۔ اور ہر آڑے موقعہ پر اسلام کو بطور نعرہ پیش کرتے رہے۔ لیکن آج تک اسلام کو ان لوگوں نے خلوصِ دل سے نہیں چاہا۔ خدا کا شکر ہے کہ آج پاکستان کی پوری قوم متحد ہو کر اسلام کے نفاذ کے لیے میدان عمل میں نکل آئی ہے۔

پاکستان قومی اتحاد اسلامی اقدار کی بحالی۔ اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کر رہا ہے اور قوم کو ظلم و جبر اور لادینیت سے نجات دینے کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس لیے ہم بھی پاکستان قومی اتحاد کی بھرپور اور تائید و حمایت کرتے ہیں۔ جمیعۃ طلباء اسلام پاکستان کے ہزاروں کارکن پورے ملک میں مصروف عمل ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ پاکستان کے عوام جنہوں نے صرف اور صرف اسلام کے لیے تقسیم ملک کے وقت بیش بہا قربانیاں دیکر یہ ملک حاصل کیا تھا اور قیام پاکستان سے لے کر اب تک صرف اسلام کے نام پر فریب دیئے گئے۔ اب یقیناً اس قابل ہو گئے ہیں کہ وہ اچھے اور بُرے آدمی میں تمیز کر سکیں۔

پاکستان کے رہنمایانِ قوم ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ہیں اور یہ پاکستانی قوم کی خوش بختی ہے کہ انہیں تاریخ ساز اتحاد و یکجہتی نصیب ہوا۔ اب انشاء اللہ اتحاد کی برکت سے عوام کو فتح حاصل ہو گی اور عوام دشمن سامراجی عناصر کو یقینی شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ندیم اقبال اعوان ضمانت پر رہا کر دیتے گئے

جمیعۃ طلباء اسلام پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان جنہیں گذشتہ دنوں ڈی پی آر کے تحت گرفتار کر لیا گیا تھا ضمانت پر رہا کر دیا گیا ندیم صاحب کی گرفتاری کی وجہ سے جمیعۃ کے بشیتر پروگرام جن کا پہلے اعلان کیا جا چکا تھا نہ ہو سکے اس لیے ان احباب سے معذرت خواہ ہیں۔

رہائی کے بعد ندیم صاحب جماعتی انتخابی دورہ پر چلے گئے۔ اجلاس کی رپورٹ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

انتباہ

ایک اخباری اطلاع کے مطابق عارف والا میں سرکاری جماعت نے ایک جلوس نکالا جس میں چند بازاری اوباش اور سیاسی لقندروں نے علماء کا بہروپ بھرا اور انتہائی ذلت آمیز رویّہ اختیار کیا حتیٰ کہ :

" اسلام جاوے اور بھٹو آوے "

(نعوذ باللہ)

کے نعرے اور حضرت مفتی صاحب، کی تصویر کی بے حرمتی کر کے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے اور تازہ ترین اطلاع کے مطابق پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے بہاولپور اور خانیوال کی مساجد کو آگ لگانے کی ناپاک جسارت کی اور لاہور میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی مسجد میں دوران جمعہ اینٹوں کی برسات کی جس سے نمازِ جمعہ میں انتہائی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ جمیعۃ طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی اور صوبائی عہدیداروں نے اپنے ایک اخباری بیان میں موجودہ حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اس قسم کی گھٹیا اور اوچھی حرکتوں سے باز آ جائے اور علماء کو تنہا خیال کر کے کوئی غلط قدم نہ اٹھائے ورنہ طلباء ردِ عمل پر مجبور ہو جائیں گے اور اس قسم کے تمام حالات کی ذمہ داری خود حکومت پر ہو گی۔

؎ : پھر نہ کہنا ہوئی ہم سے خطا بھول گئے

علی پور ضلع مظفر گڑھ۔

جمیعۃ طلباء اسلام پاکستان ضلع مظفر گڑھ کے صدر جناب مسعود نیازی صاحب گذشتہ دنوں ضلع مظفر گڑھ کے انتخابی دورہ پر تشریف لے گئے نیازی صاحب نے علی پور میں ایک عظیم جلسہ عام

نیازی صاحب نے علی پور میں ایک عظیم جلسہ سے خطاب کیا۔ واضح رہے کہ علی پور سے جمعیتہ علماء اسلام کے ناظم مولانا لقمان صاحب پاکستان قومی اتحاد کے نمائندے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑ رہے ہیں۔

جناب مسعود نیازی نے عوام کو پاکستان قومی اتحاد کے مقاصد سے آگاہ کیا اور کہا کہ پاکستان کی سلامتی اور بقاء کے لیے پاکستان قومی اتحاد کا ساتھ دینا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے جبکہ مقابل میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے پاکستان میں ایسے اقدامات کیے ہیں جن سے عوام پریشانیوں کے لامتناہی سلسلے میں گرفتار ہو گئے۔

نیازی صاحب کی تقریر کے دوران سرکاری غنڈوں نے ہنگامہ کرنے کی کوشش کی، لیکن نیازی صاحب نے للکارا کہ جمعیتہ طلباء اسلام کے کارکن اور پاکستان کے تمام عوام مولانا مفتی محمود کے ادنیٰ سپاہی کی حیثیت سے ہر پریشانی اور مصیبت کا مقابلہ کریں گے

جلسہ کے بعد ایک عظیم الشان جلوس ترتیب دیا گیا جو کہ شہر کی مختلف شاہراہوں سے گزرتا ہوا پُرامن ختم ہوا۔

کالج آف ایجوکیشن کی یونین کو جمعیتہ طلباء اسلام کا استقبالیہ

۱۴ جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعۃ المبارک بوقت ۳ بجے بمقام دفتر جمعیتہ طلباء اسلام واقع لوہاری گیٹ جمعیتہ طلباء اسلام ملتان کا اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس کا آغاز تلاوت کلام سے ہوا۔ تلاوتِ کلام جناب حبیب اللہ اکبر آسنے کی۔ بعد میں اعجاز حسین مرالی سٹوڈنٹ گورنمنٹ کالج خانیوال نے جناب خواجہ عزیز الرحمن صدر یونین ٹریننگ کالج ملتان کی شمولیت کا خیر مقدم کیا۔ اور دیگر طلباء کو جمعیتہ طلباء اسلام میں شامل ہونے کی تلقین کی۔

اس کے بعد صدر یونین جناب عزیز الرحمن خواجہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں اور میری یونین جمعیتہ طلباء اسلام سے پوری طرح متفق ہیں اور آج سے ہماری پوری کوشش اسلامی نظام تعلیم کے نفاذ کے لیے وقف رہے گی۔

انہوں نے جمعیتہ طلباء اسلام کی سابقہ کارکردگی کو سراہا۔ اور علماء حق کی سرپرستی میں اسلامی نظام کے نفاذ کی سعی کا یقین دلایا۔ اور اپنے تمام ساتھیوں کو جمعیتہ طلباء اسلام میں شمولیت کی دعوت دی۔ اور اس تقریب میں شمولیت پر بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

خواجہ صاحب کے بعد صوبہ پنجاب جمعیتہ طلباء اسلام کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے حاضرین سے خطاب کیا۔ اور خواجہ عزیز الرحمن کی جمعیتہ طلباء اسلام میں شمولیت پر ان کو مبارک باد دی اور جمعیتہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور جمعیتہ طلباء اسلام کا دوسری طلباء تنظیموں کے ساتھ امتیاز کو بہترین طریقہ سے بیان کیا اور اسلامی جمعیتہ طلبہ کی کارکردگی کو آشکار کیا۔

آخر میں جمعیتہ طلباء اسلام اور جمعیتہ کے قائدین کو مبارک باد پیش کی کہ انہوں نے ملک کے ایک صوبہ سرحد میں پہلی دفعہ الیکشن میں کامیابی حاصل کی اور عملی طور پر اسلامی قانون کو نافذ کر کے دکھایا اور پراچہ صاحب کو مبارک باد پیش کی اور کہا کہ علماء حق کی سرپرستی قبول کرنے پر فخر صرف جمعیت طلباء اسلام ہی کو حاصل ہے۔

آخر میں حاضرین کو ایک دعوت دی گئی اور کالج آف ایجوکیشن کے دیگر متعدد طلباء نے شرکت کا اعلان کیا۔

۱ جام منظور احمد ساکن ٹوکہ میرن نزد دین پور
۲ محمد اسلم صاحب۔
۳ غلام رسول صاحب
۴ فخر جہان صاحب۔
۵ مہر غلام رسول صاحب
۶ حبیب اللہ صاحب
۷ محمد یونس صاحب
۸ محمد افضل بوریوالہ
۹ محمد حیات صاحب
۱۰ مخدوم امجد حفیظ صاحب
۱۱ الٰہی بخش صاحب
۱۲ محمد حنیف ثاقب صاحب
۱۳ محمد افضل جتوئی

اجلاس کے اختتام پر مولانا عبدالشکور دین پوری نے مؤثر انداز میں طلباء کو چند نصائح فرمائیں۔

شمولیت

جمعیتہ طلباء اسلام حافظ آباد میں ہفت روزہ اجلاس مورخہ ۱۴ جنوری کو زیر صدارت جناب خالد محمود زاہد متعلم گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ میں ہوا۔

اجلاس کے شروع میں جناب محمد اسلم شاکر صاحب نے اپنی شمولیت کا اعلان کیا۔ محمد اسلم صاحب آج سے پہلے اسلامی جمعیتہ طلبہ میں تھے اور چنیوٹ کے خازن تھے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ میں چار سال اسلامی جمعیتِ طلبہ میں رہنے کے باوجود اپنی منزل مقصود نہ پا سکا۔ اس لیے اب میں جمعیتہ طلباء اسلام میں شامل ہو رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ میں علماء حق اور جمعیتہ طلباء اسلام پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔

مردان

جمعیتہ طلباء اسلام مردان کا اجلاس گذشتہ دنوں مقامی دفتر میں منعقد ہوا جس میں درج ذیل عاملہ منتخب کی گئی۔

صدر: عبدالواحد صاحب
نائب صدر: سید ولی اللہ صاحب
ناظم عمومی: قاری عبدالغفور صاحب
ناظم: گل جنت خان ،،
ناظم مالیات: محمد صالح شاہ صاحب

نوٹ

جناب محمد اسلم صاحب شاکر اسلامی جمعیتہ طلبہ کے خازن تھے اور مدرسہ فتح العلوم کے متعلم تھے۔ اب حافظ آباد آ گئے ہیں اور اور مدرسہ اشرفیہ کے متعلم ہیں۔